دیوبندیون کا ہے کہ اور کافر تو اس سے کافر ہوئے کہ اُنھون نے خدا کو جھٹلایا خدا کو عیب لگایا مگر اُن مین ایسا کھلا ہوا کب مشکل سے نکلے گا جو اپنی زبان سے خود ہی کہے کہ ہان ہان اُسکا خدا جھوٹا ہونے اور نہ صرف جھوٹ بلکہ ہر شر سے شر ے عیب سر ناپاک سی ناپاک گندگی مین سننے کے قابل ہو یہودی نصرانی بھی شاید اسے کہتے جھجکین گے یہ دعویٰ دعائی دیے کی صفائی انھین صاحبون کے حصہ مین آئی کہ اپنے معبود کے کذاب عیبی آلودہ ہونے کو دھڑلے سے جائز کرین اور اُسپر تحریرین کرین لکھین چھاپین اسی پر کمال اسلام کا مدار جانین وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

تنبیہ ان چند اوراق مین جو کچھ بیان ہوا کتب و رسائل فقیر واصحاب فقیر مین بحمدہ تعالیٰ مبسوط و مبرہن ہو مسلمان انھین حروف کو یاد رکھین تو ضرور ضرور ان تمام بدمذہبون کے سائے سے بچین انکی پرچھائین سے دُور بھاگین انکے دام سے بچین کرین انکے قال اللہ وقال الرسول کے مکر کے جال مین نہ پھنسین یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا تو بعونہٖ تعالیٰ ہمین روشن ہوا اور انشاء اللہ الکریم۔ انشاء اللہ الکریم انشاء اللہ الکریم وفی الاٰخرۃ کل کے دن پر وہ بڑا مگن ہو یعنی ثابت رکھے گا اللہ ایمان والون کو حق دین پر دنیا کی زندگی مین اور آخرت مین واللہ قدیر واللہ غفور رحیم ○ وللہ الحمد ۔ والیہ الصمد ۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد والہٖ وصحبہٖ وابنہٖ وحزبہٖ اجمعین ۔ اٰمین والحمد للہ رب العٰلمین ○

قوانین العلماء

رسالۂ قوانین العلماء فی متیمم علم عند زید ماء

شرح تعریف رضوی کے افادہ پنجم مین ضمناً اس مسئلہ کا ذکر آیا کہ اگر دوسرے کے پاس پانی پایا اور نہ مانگا اور تیمم سے پڑھ لی پھر مانگا اور اُس نے دیدیا تو نماز نہ ہوئی نہ دیا تو ہوگئی اس مسئلہ کی تفصیل و تحقیق وہان لکھی کہ بجائے خود ایک رسالہ ہوگئی طول کے سبب اُسے وہان سے جدا کیا اور رسالہ کا حوالہ دیا۔ یہ وہ رسالہ ہے وباللہ التوفیق۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ارسل من بحر نداہ ۔ ماء ھداہ ۔ مع مصطفاہ ۔ فاعطانا بلا سؤال ۔ وطھرنا بہٖ من نجس الضلال ۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ وبارک وشرف ومجد وکرم ۔ علی التوالی والتواتر والاتصال ۔ الی ابد الاٰباد من ازل الاٰزال ۔ وعلیٰ اٰلہٖ وصحبہٖ خیر صحب واٰل ۔ متیمم کہ دوسرے کے پاس پانی پائے یہ مسئلہ بہت معرکۃ الآراء وطویلۃ الاذیال ہے اکثر کتب مین اُسکے بعض جزئیات مذکور ہین امام صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ پھر محقق ابراہیم حلبی نے غنیہ شرح منیہ پھر محقق زین العابدین نے بحر الرائق مین رحمہم اللہ تعالیٰ ورحمنا بہم اُسکے لیے قوانین کلیہ وضع فرمانا چاہے کہ جمیع شقوق کو حاوی ہون۔ فقیر اوّلاً چند مسائل ذکر کرے جنکا لحاظ ہر ضابطہ مین ضرور ہو وہی اپنے اختلافات

ہر ضابطہ میں پھر قوانین علما اور ما لہا و ما علیہا پھر وہ جو فیض قدیر سے قلب فقیر پر فائض ہوا وللہ الحمد واللہ المستعان و
علیہ التکلان **مسئلہ ۱**۔ اگر دوسرے کے پاس اتنا پانی ہو کہ اسکی طہارت کو کافی اور اسکی حاجت سے زائد ہو معلوم
نہ تھا اور تیمم کرکے نماز پڑھ لی نماز کے بعد معلوم ہوا تو نماز پر اسکا کچھ اثر نہیں نماز ہوگئی اگرچہ بعد نماز وہ اسے پانی خود یا اسکے مانگے
سے دے بھی دے لما علمت ان لا قدرۃ الا بالعلم حتی لو وضع فی رحلہ ماء ونسیہ وصلی تمت وان تذکرہا بعد
لم یعد کما تقدم مفصلا فی نمرۃ خانیہ میں ہے المصلی بالتیمم اذا وجد الماء بعد الفراغ من الصلاۃ لا تلزمہ
الاعادۃ ولو وجد فی خلال الصلاۃ فسدت وکذا لو وجد بعد التشہد قبل السلام وان وجد بعد
ما سلم تسلیمۃ واحدۃ لم تفسد **مسئلہ ۲** اگر نماز پڑھتے میں اُس نے پانی لاکر رکھا کہ یہ لیجئے یا مطلق کہا کہ جس کے
جی میں آئے اُس سے وضو کرے تو تیمم ٹوٹ گیا نماز جاتی رہی اسکا ذکر ضمن نمبر ۱۶ میں گزرا مگر یہاں ایک استثنا نفیس ہے
امام فقیہ النفس نے فرمایا اگر وہ کہنے والا نصرانی ہو نیت نہ توڑے کہ اُسکے کہنے کا کیا اعتبار شاید مسخرہ پن سے کہتا ہو ہاں
نماز کے بعد اُس سے مانگے دیدے تو نماز پھیرے ورنہ ہوگئی خانیہ میں ہے المصلی بالتیمم اذا قال لہ نصرانی خذ
الماء فانہ یمضی علی صلاتہ ولا یقطع لان کلامہ قد یکون علی وجہ الاستہزاء فلا یقطع بالشک فاذا
فرغ من الصلاۃ سألہ ان اعطاہ اعاد الصلاۃ والا فلا اسیطرح خلاصہ میں زیادات وفتاوے رزین سے ہے
اقول علمائے کرام اکثر بجائے مناط ذکر مظنہ پر اکتفا فرماتے اور مثال سے مقصود کی راہ دکھاتے ہیں یہاں نصرانی
کی تخصیص نہ کافر کی خصوصیت بلکہ مدار ظن استہزا ہے اگر نصرانی یا کوئی کافر اسکا نوکر یا ماتحت یا رعیت یا اسکی شاگردی میں ہے
یا اس سے کسی حاجت کی طمع رکھتا یا خوف کرتا ہے تو ان صورتوں میں اُس پر گمان استہزا نہ ہوگا نیت توڑنی ہوگی ہاں
اگر پھر مانگے پر نہ دے تو تیمم باقی ہے وذلک لظہور القدرۃ علی الماء ظنا مع عدم ما یعارضہ اور اگر کوئی
فاسق بیباک تمسخر کا عادی ہے لوگوں سے یونہیں کہا کرتا پھر نہیں دیتا ہے تو اُسکے کہنے پر نیت توڑنے کی اجازت نہ ہوگی
لان ابطال العمل حرام ولم یحصل الظن علی القدرۃ بقول مثلہ من المستہزئین اللئام ہاں بعد نماز دیدے
تو اعادہ کرنی ہوگی۔ ورنہ نماز بھی ہوگئی اور تیمم بھی باقی واللہ تعالی اعلم **مسئلہ ۳**۔ اگر اُس نے اس سے پانی لینے کو
نہ کہا مگر نماز میں اسے اُسکے پاس کافی پانی ہونیکا علم ہوا **اقول** اگرچہ تذکر سے کہ پہلے اُسکے پاس پانی ہونا معلوم
تھا یاد نہ رہا تیمم کرکے نماز شروع کی نماز میں یاد آیا کہ فلاں کے پاس پانی ہے وھذا ظاہر جدا تو دو صورتیں ہیں اگر اسے گمان
غالب ہو کہ مانگے سے دیدے گا تو نیت توڑے اور مانگے اور اگر گمان غالب ہو کہ نہ دیگا یا کسی طرف غلبہ ظن نہ ہو شک کی
حالت ہو تو نیت توڑنے کی اجازت نہیں ہوسکتی صدر الشریعۃ میں زیادات سے ہے المتیمم المسافر اذا رأی مع رجل

ماء كثيرا وهو فى الصلاة وغلب على ظنه انه لايعطيه اوشك مضى على صلاته لانه صح شروعه فلا يقطع بالشك وان غلب على ظنه انه يعطيه قطع الصلاة وطلب منه الماء۔ بعینہ اسیطرح بدائع و حلیہ میں جامع کرخی سے ہے غیر انہ لیس فیہ ذکر ظن العطاء صریحا وانما دل على القطع فيه بالمفهوم بزازیہ میں ہے ان علم انه يعطيه قطع وان اشكل لا۔ فتاوٰے امام قاضی خان میں ہے المصلی بالتیمم اذا رأى مع رجل ماء كثيرا ان كان اكبر رأيه انه يعطيه قطع وان کان اکبر رأیه انه لا يعطيه لا يقطع وان استوى الظنان لايحل له قطع الصلاة واذا فرغ من الصلاة ان ظهر انه كان يعطيه لو سأله يلزمه الاعادة والا فلا۔ تنبیہ۔ **اقول** [٣١٥٠] ظاہر عبارات بحالت ظن غالب عطا وجوب قطع ہے لان صيغة الخبار آكد من صيغة الامر ولان بظن العطاء وان لم يقدر على الماء حتى يبطل تيممه لكن اورث شبهة قوية فى بقائه فلا يحل المضى عليه حتى يظهر بطلانها ولان الصلاة بالتيمم كاملة عندنا كالصلاة بالوضوء ولذا صح اقتداء المتوضئ بالمتيمم بل جاز بلا كراهة وان كان العكس افضل فهذا القطع ليس للاكمال بل للابطال وليس ثمه فى المضى على الصلاة ضرر عليه يزال ومثل القطع لو لم يجب لم يجز لقوله تعالٰى ولا تبطلوا اعمالكم واللّٰه سبحٰنه اعلم **مسئلہ ۴** ـ یہ حکم نماز کے قطع واتمام کا تھا۔ رہا یہ کہ اُس سے پانی مانگنا اسپر واجب ہے یا نہیں۔ **اقول** [٣١٥٣] بحال ظن عطا تو وجوب میں شبہہ نہیں کہ اسی کے لیے نیت توڑنے کا حکم ہوا باقی دو حالتوں میں عبارت خلاصہ یہ ہے بیرون نماز پانی دیکھکر مانگنا واجب ہونے نہ ہونے کا اختلاف آئمہ اور اور مسائل لکھکر فرمایا هذا كله قبل الشروع فى الصلاة ولو شرع بالتيمم فى السفر فرأى رجلا معه ماء كثير ان علم انه يعطيه يقطع الصلاة وان علم انه لا يعطيه يمضى على صلاته وان اشكل يمضى على صلاته ثم يسأله ان اعطاه اعاد الصلاة وان ابى فصلاته تامة۔ اسیطرح ہندیہ میں محیط سرخسی سے ہے غیر انہ لم یذکر ظن المنع اسکا یہ مفاد کہ بحال ظن منع سوال کی اصلا حاجت نہیں اور بحالِ شک نماز پوری کر کے مانگے یہ صاف نہ فرمایا کہ مانگنا واجب ہے یا مستحب **اقول** [٣١٥٤] مگر مسئلہ ظن قرب آب میں تصریح ہے کہ اگر قرب مشکوک ہو طلب واجب نہیں صرف مستحب ہے درمختار میں ہے الا يغلب على ظنه قربه لا يجب بل يندب ان رجا والا لا شرح تعریف رضوی سے افادہ بحر میں اور بعض عبارات بھی اسکے مفید گزریں اور جوہرۂ نیرہ میں ہے اذا شك يستحب له الطلب اسیطرح ہندیہ میں سراج وہاج سے ہے بحر میں بدائع سے ہے اذا لم يغلب على ظنه قربه لا يجب بل يستحب اذا كان على طمع من وجود الماء اسکے بکثرت مؤیدات عنقریب آتے ہیں ان شاء اللہ تعالٰی تو حاصل حکم یہ نکلا کہ بحال ظن عطا مانگنا واجب اور بحال شک مستحب اور بحال ظن منع مستحب بھی نہیں واللہ تعالٰی اعلم **مسئلہ ۵** ـ صحیح ومعتمد وظاہر الروایۃ یہ ہے کہ نماز میں

بحالِ غلبۂ ظن عطا اگرچہ نیت توڑنے کا حکم ہو مگر فقط اس غلبۂ ظن سے نہ تیمم ٹوٹے نہ نماز جائے یہانتک کہ اگر پوری کرلی اور پھر مانگا اور اُس نے نہ دیا تو نماز بھی صحیح اور تیمم بھی باقی کہ ظاہر ہوا کہ وہ ظن غلط تھا **اقول** یہ حکم خود انھیں عبارات مذکورۂ زیادات وجامع کرخی ومحیط سرخسی وخلاصہ وبزازیہ وصدر الشریعۃ وحلیہ وہندیہ سے ظاہر کہ قطع نماز کو فرمایا اور قطع وہی کی جائیگی کہ ہنوز باقی ہے باطل خود ہی معدوم ہوگئی قطع کیا ہو بحر میں ہے اذا کان فی الصلاۃ وغلب علی ظنہ الاعطاء لاتبطل بل اذا اتمھا وسألہ ولم یعطہ تمت صلاتہ لانہ ظہر ان ظنہ کان خطأ کذا فی شرح الوقایۃ فعلم منہ ان ما فی فتح القدیر من بطلانھا بمجرد غلبۃ ظن الاعطاء لیس بظاھر الا ان قاضیخان فی فتاواہ ذکر البطلان فی ھذہ الصورۃ بمجرد الظن عن محمد اسی طرح رد المحتار میں نہر سے ہے قال لاتبطل کما جزم بہ الزیلعی وغیرہ فما فی الفتح فیہ نظر نعم فی الخانیۃ عن محمد انھا تبطل بمجرد الظن فمع غلبتہ اولی وعلیہ یحمل ما فی الفتح اھ[3158] **اقول** عبارۃ الخانیۃ المسافر اذا شرع فی الصلاۃ بالتیمم ثم جاء انسان معہ ماء فانہ یمضی فی صلاتہ فاذا سلم فسألہ ان منع جازت صلاتہ وان اعطاہ بطلت وعن محمد رحمہ اللہ تعالٰی اذا رأی فی الصلاۃ مع غیرہ ماء وفی غالب ظنہ انہ یعطیہ بطلت صلاتہ اھ فلیس فیھا عن محمد بطلانھا بمجرد الظن بالمعنی الذی اراد النھر بل قد قید صریحا بغلبۃ الظن ولو لم یقید لکان ھو المراد اذ الظن الضعیف ملتحق بالشک کما صرحوا بہ فکیف تبطل بالشک صلاۃ صح الشروع فیھا بیقین وکأنہ لم یراجع الخانیۃ واعتمد قول اخیہ ذکر البطلان بمجرد الظن فحملہ علی تجرید الظن عن الغلبۃ ولیس کذلک وانما مرادہ بمجرد الظن ای قبل ان یسأل فیظھر تحقیق ظنہ او خیبتہ **ثم اقول**[3159] ما روی عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی یحتمل تأویلین الاول ان بطلت بمعنی ستبطل کما ھو معروف فی کلماتھم فی غیر ما مقام وقد بیناہ فی رسالتنا فصل القضاء فی رسم الافتاء۔ الثانی[3160] ان المعنی ان حکم نفس ھذہ الصورۃ ھو البطلان حتی لو لم یزد علی ھذا ومضی علی صلاتہ ولم یسأل بعدھا حکم ببطلانھا سواء اعطاہ صاحب الماء بعد ذلک ان سأل اولا وعبارۃ الفتح ھکذا جماعۃ من المتیممین وھب لھم صاحب الماء فقبضوہ لاینتقض تیمم احد منھم لانہ لایصیب کلا منھم ما یکفیہ علی قولھما وعلی قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم لاتصح ھذہ الھبۃ للشیوع ولو عین الواھب واحدا منھم یبطل تیممہ وذکر حتی لو کان اماما بطلت صلاۃ الکل وکذا لو کان غیر امام الا انہ لما فرغ القوم سألہ الامام فاعطاہ تفسد علی قول الکل لتبین انہ صلی قادرا علی الماء واعلم انھم فرعوا لو صلی بتیمم فطلع علیہ

رجل معه ماء فان غلب على ظنه انه يعطيه بطلت قبل السؤال وان غلب ان لا يعطيه يمضي على صلاته وان اشكل عليه يمضي ثم يسأله فان اعطاه ولو بيعا بثمن المثل ونحوه اعاد والا فهي تامة وكذا لو اعطاه بعد المنع الا انه يتوضأ هنا لصلاة اخرى وعلى هذا فالاطلاق فساد الصلاة في صورة سؤال الامام اما ان يكون محمولا على حالة الاشكال او ان عدم الفساد عند غلبة ظن عدم الاعطاء مقيد بما اذا لم يظهر له بعد اعطاؤه اه وانت تعلم[۳] ان هذه العبارة بعيدة عن ذينك التاويلين اما الاول فظاهر واما الثاني فلان مفاد ما حكاه عنده ان عند ظن العطاء او المنع لا توقف على السؤال بل صحت في ظن المنع وبطلت في ظن العطاء سأل او لم يسأل انما يتوقف الامر على السؤال عند الشك والاشكال ولذا افهم المخالفة بينه وبين فرع سؤال الامام حيث حكموا فيه ببطلان صلاته اذا اعطاه وهو باطلاقه يشمل ما اذا كان للامام ظن في صلاته عطاء او منعا او شك فتوقفت الصحة في ظن المنع ايضا على ما يتبين من الحال بعد السؤال ولذا ارده التوفيق بين حملين اما ان يخص الفرع بصورة الشك فيصح التوقف على السؤال او يقال ان في ظن المنع ايضا يزول حكم الصحة بظهور خطائه بعد الصلاة هذا ما فهمه دراه رحمه الله تعالى وهو غير منسوج على منوال ما روي عن الامام الرباني رحمه الله تعالى كيف وقد نسبه الى المشائخ انهم هم الذين فرعوه وانت تعلم[۴] ان ما حكاه عين ما في الخلاصة سواء ان فيها ان علم انه يعطيه يقطع الصلاة ووقع بدله في الفتح بطلت قبل السؤال وليس مفادها البطلان بمجرد ظن العطاء ولا الجزم بالصحة مطلقا في ظن المنع حتى لا تعاد ان اعطى ولا تخصيص احالة الحكم على ما يتبين بعد السؤال بصورة الاشكال بل هو عام يشمل جميع الاشكال كما يتجلى في كل ذلك حقيقة الحال بعون المولى ذي الجلال والظاهر والله تعالى اعلم انه رحمه الله تعالى اعتمد ههنا على ما في ضده ولم يراجع كلماتهم والمراد في التوفيق مع ان الشق الاول لا مساغ له والاخير هو المنصوص عليه في كتب المذهب كما سيأتي ان شاء الله تعالى۔

مسئلہ ۶: اگر شروع نماز سے پہلے دوسرے کے پاس پانی معلوم ہوا تو آیا اُس سے مانگنا واجب ہے یا نہیں یہاں اختلاف روایات تا حد اضطراب ہے[۵] اور بعد مطالعہ کتب و نظر دلائل سے فقیر کو منقح ہوا یہ کہ یہاں بھی وہی حکم ہے جو مسئلہ ۵ میں گزرا یعنی ظن غالب ہو کہ دیدیگا تو سوال واجب اور بے مانگے تیمم کرکے نماز پڑھنا حلال نہیں ورنہ واجب نہیں اور بلا سوال نماز حلال لمن بحالِ شک سوال مستحب مسئلہ ہر دو ظن میں خود یہی تحقیق و توفیق ہے اور مسئلہ شک میں یہی قول جمہور و راجح علی التحقیق ہے اس اختلاف روایات

کے متعلق بعض عبارات لکھا کر اپنے دونوں عوون کو دو مقاموں میں تحقیق کریں وباللہ التوفیق۔ ہدایہ میں ہے (اذا کان مع رفیقہ ماء طلب منہ قبل ان یتیمم) لعدم المنع غالبا (ولو تیمم قبل الطلب اجزاہ عند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالی عنہ) لانہ لا یلزمہ الطلب من ملک الغیر (وقالا لا یجزیہ) لان الماء مبذول عادۃ۔ عنایہ بنایہ میں ہے ذکر الاختلاف فی الایضاح والتقریب وفی شرح الاقطع بین ابی حنیفۃ وصاحبیہ کما ذکر فی الکتاب وقال فی المبسوط اذا کان مع رفیقہ ماء فعلیہ ان یسألہ الا علی قول الحسن بن زیاد فانہ کان یقول السؤال ذل وفیہ بعض الحرج وما شرع التیمم الا لدفع الحرج۔ فتح القدیر میں ہے المقدرۃ علی الماء بملکہ او بملک بدلہ اذا کان یباع او بالاباحۃ اما مع ملک الرفیق فلا لان الملک حاجز فثبت العجز۔ اس میں نیز ذخیرہ امام برہان الدین سے نایہ نیز و کتب کثیرہ میں ہے عن الجصاص لا خلاف بینہم فمراد ابی حنیفۃ اذا غلب علی ظنہ منعہ ومرادہما اذا ظن عدم المنع لثبوت القدرۃ بالاباحۃ فی الماء لا فی غیرہ۔ عنایہ نہایہ امام سغناقی پھر بنایہ امام عینی و ذخیرہ اخی چلپی میں ہے لم یذکر فی عامۃ النسخ قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالی عنہ فی ہذا الموضع بل قیل لا یجوز التیمم قبل الطلب اذا کان غالب ظنہ ان یعطیہ مطلقا من غیر ذکر الخلاف بین علمائنا الثلثۃ رضی اللہ تعالی عنہم الا فی الایضاح اھ ہذا نقل الذخیرۃ ولم یذکر فی البنایۃ قولہ الا فی الایضاح و ذکر مکانہ الا علی قول الحسن بن زیاد فانہ یقول السؤال ذلۃ وفیہ ضرر۔ نیز عینی میں ہے ذکر الزاہدی وغیرہ لو تیمم قبل الطلب اجزاہ عند ابی حنیفۃ فی روایۃ الحسن عنہ۔ بحر میں ہے اعلم ان ظاہر الروایۃ عن اصحابنا الثلثۃ وجوب السؤال من الرفیق کما یفیدہ ما فی المبسوط قال اذا کان مع رفیقہ ماء فعلیہ ان یسألہ الا علی قول الحسن بن زیاد فانہ کان یقول السؤال ذل وفیہ بعض الحرج وما شرع التیمم الا لدفع الحرج ولکنا نقول ماء الطہارۃ مبذول عادۃ بین الناس ولیس فی سؤال ما یحتاج الیہ مذلۃ فقد سأل رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بعض حوائجہ من غیرہ اھ فاندفع بہذا ما وقع فی الہدایۃ وشرح الاقطع من الخلاف بین ابی حنیفۃ وصاحبیہ فعندہ لا یلزمہ الطلب وعندہما یلزمہ واندفع ما فی غایۃ البیان من ان قول الحسن حسن۔ فی الذخیرۃ نقلا عن الجصاص انہ لا خلاف بین ابی حنیفۃ وصاحبیہ فمرادہ فیما اذا غلب علی ظنہ منعہ ایاہ ومرادہما عند غلبۃ الظن بعدم المنع وفی المجتبی الغالب عدم الظنۃ بالماء حتی لو کان فی موضع تجری الظنۃ علیہ لا یجب الطلب منہ اھ۔ منیہ میں ہے اذا تیمم وصلی ولم یسأل فعلی قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالی عنہ صلاتہ صحیحۃ فی الوجوہ کلہا (ای سواء ظن منحا او منعا او شک) وقالا لا یجزیہ والوجہ ہو التفصیل کما قال ابو نصر الصفار انہ انما یجب السؤال فی غیر موضع عزۃ الماء فانہ حینئذ یتحقق ما قالاہ من انہ مبذول والا فکونہ مبذولا عادۃ فی کل موضع ظاہر المنع علی ما یشہد بہ کل من عانی الاسفار فینبغی ان یجب

الطلب لا تصح الصلاة بدونه فيما اذا ظن الاعطاء لظهور دليلهما دون ما اذا ظن عدمه لكونه فى موضع عزة الماء اھ اقول [٣٦٦] الصفار لم يحك قولا خلاف اقوالهم بل هو كالشرح لها كما فعل الامام الجصاص فلولا حظ هذا لما احتاج الى الخروج عن اقوال ائمة المذهب جميعا بالتوزيع والتلفيق قال اما اذا شك فى موضع عزة الماء او ظن المنع فى غيره فالاحتياط فى قولهما والتوسعة فى قوله لان فى السؤال ذلا وقول من قال لا ذل فى سؤال ما يحتاج اليه ممنوع اھ اقول [٣٦٧] فاذن يؤول الامر الى ترجيح قول الامام مطلقا وينهدم اختيار قولهما عند ظن العطاء لان الذل محترز عنه مطلقا وقد ثبت فى الحديث نهى المؤمن عن ان يذل نفسه الا ان [٣٦٨] يقال انما يذل بالسؤال حيث يعز لانه اذن شئ مضنون به فالمسئول منه ان منع فهذا ذل ظاهر وان دفع من وتحمل المنة ذل حاضر بخلاف موضع لا يعز فيه فانهم يتباذلون به فيه ولا يتوقع المنع ولا الامتنان فى الدفع وعن هذا قال فيه لظهور دليلهما قال واستدل له بانه صلى الله تعالى عليه وسلم قد سأل بعض حوائجه من غيره مستدرك لانه صلى الله تعالى عليه وسلم كان بالمؤمنين اولى من انفسهم فلا يقاس غيره عليه لانه اذا سأل فترض على المسئول البذل ولا كذلك غيره اھ اقول [٣٦٩] ليس كمثله صلى الله تعالى عليه وسلم غيره فى شئ من الصفات ومنها الغيرة فهو صلى الله تعالى عليه وسلم اغير خلق الله والله تعالى اغير منه ومحال من نفس كريمة غيراء ان تتعرض لشئ مما يعد ذلا فثبت ان سؤال الحاجة ليس بذل والا لما وقع منه صلى الله تعالى عليه وسلم ولا دخل [٣٧٠] فى هذا لافتراض البذل وعدمه وقد يفترض [٣٧١] فى حق غيره صلى الله تعالى عليه وسلم ايضا كاطعام ذى مخمصة فهذا قد ينتفع به لما فى المبسوط وانا اقول [٣٧٢] انما الجواب فى انه صلى الله تعالى عليه وسلم اولى بالمؤمنين من انفسهم على منزع اخر دقيق وهو ان املاكهم املاكه اذ هم انفسهم املاكه صلى الله تعالى عليه وسلم ولا احتمال لذل فى سؤال المولى بعض عبيده مما فى يده فانه وما فى يده ملك مولاه فليس من السؤال فى شئ بل استخدام فبهذا يتجه مرامه ويتضح كلامه ثم قال لكن عدم وجوب الطلب من الرفيق نسبه صاحب الهداية وصاحب الايضاح الى ابى حنيفة كما تقدم واما شمس الائمة فى المبسوط فانه نسبه الى الحسن بن زياد فانه يقول السؤال ذل وفيه بعض الحرج وربما يوفق بان الحسن رواه عن ابى حنيفة فى غير ظاهر الرواية واخذ هو به فاعتمد فى المبسوط ظاهر الرواية واعتبر صاحب الهداية والايضاح رواية الحسن لكونها انسب بمذهب ابى حنيفة فى عدم اعتبار القدرة بالغير وفى اعتبار العجز

المال والله سبحٰنه تعالٰی اعلم اھ **اقول** [3173] ولی فیه کلام سیأتی طیه من بعد فی الاختیار جاز ای التیمم قبل الطلب) عند ابی حنیفة وعند ابی یوسف لایجوز ولم یذکر محمدا وانما ذکران قیاس قوله ان غلب علی ظنه انه یعطیه لایجوز والایجوز اھ **اقول** [3174] ھکذا جری القیل والقال ولا حاجة الی استکثار الاقوال بل نأتی علی المقامین لفصل المقال بتوفیق ربنا المھیمن المتعال **المقام الاول** تظافرت ھٰھنا کلمات العلماء علی ثلثة مسالك **اولھا** لایجب الطلب مطلقا وانه قول سیدنا الامام خلافا لصاحبیه اوقول الطرفین خلافا للثانی رضی الله تعالٰی عنھم ودخل فی قولی مطلقا من صرح بلا طلاق کمافی جامع الرموز عن التجرید یصح قبل الطلب من الرفیق وان ظن الاعطاء کما قال ابو حنیفة خلافا لابی یوسف اھ ویقرب منه قول الاختیار المار حیث اطلق الجواز عند الامام وقابله بالتفصیل علی قیاس قول محمد ومثلھا عبارة الجوھرة الاٰتیة ومن ارسلوا ارسالا وھم الاکثرون ففی الوقایة قبل طلبه جاز خلافا لھما اھ وفی النقایة یصح قبل الطلب اھ وتقدم عن الھدایة تیمم قبل الطلب اجزأه عند ابی حنیفة وفی بدائع ملك العلماء لوکان مع رفیقه ماء ولم یعلم به لایجب الطلب عندنا وان علم به ولکن لایأمن له فکذلك عند ابی حنیفة وقال ابو یوسف علیه السؤال وجه قوله ان الماء مبذول عادة ولابی حنیفة ان العجز متحقق والقدرة موھومة لان الماء من اعز الاشیاء فی السفر اھ وفی الخانیة لو رأی مع رفیقه ماء فتیمم قبل ان یسأل وصلی جاز اھ وفی الخلاصة وفی الاصل لوکان مع رفیقه ماء فانه یسأل قال فی التجرید السؤال لیس بواجب عند ابی حنیفة وقال ابو یوسف یجب اھ ولفظ البنایة عن التجرید لایجب الطلب من الرفیق عند ابی حنیفة ومحمد خلافا لابی یوسف رحمھم الله تعالٰی اھ وفی ملتقی الابحر تیمم قبل الطلب اجزأه اھ وفی الاصلاح ویصح قبل طلبه من رفیق له ماء خلافا لھما اھ قال ثم ویقول الامام جزم فی المجمع والملتقی والوقایة وابن الکمال اھ وقال العلامة الوزیر فی الایضاح ھذا علی وفق مافی الھدایة وفی الایضاح والتقریب وغیرھما ای کشرح الاقطع کما تقدم عن العنایة والبنایة والمعراج وفی التجرید ذکر محمد مع ابی حنیفة اھ ثم ذکر توفیق الجصاص ثم کلام المبسوط المار فی عبارة العنایة والبحر ثم اعقبه بکلام البدائع المار **اقول** [3175] وبھذه النصوص ظھر مافی قول النھایة لم یذکر الخلاف الا فی الایضاح **وکذلك** یقال للعلامة البحر ھؤلاء من المتون والعمائد الھدایة والوقایة والاصلاح والمجمع والتجرید والایضاح والتقریب وشرح الاقطع والبدائع والخلاصة والفتح والاختیار والجوھرة کلھم ناصون بالخلاف

بين الامام وصاحبيه وان الامام الاجل ابوبكر الجصاص يوفق بين قول الامام وصاحبيه وقال فی البرهان شرح مواهب الرحمن الاظهر قولهما ثم ذكر توفيق الجصاص وايده بقوله ولهذا لم يحك الكافی خلافا اھ نسلها العلامة الشرنبلالی فی غنية ذوی الاحكام كيف يرد قولهم جميعا بجوازه فی المبسوط ولم ينسب الخلاف الا الى الحسن اليس المثبتون وهم عصبة مقدمين على ناف واحد اليس [٢١٨٢] ان ظاهر الرواية ربما تتعدد فی مسألة واحدة وقولی هذا اولی من توفيق الغنية المار فی عبارتها ان هؤلاء اعتبروا الرواية النادرة لكونها انسب بمذهب الامام فاعتبارها لهذا شیء وجعلها قول الامام ونصب الخلاف بينه وبين صاحبيه فی المذهب شیء اخر وان اقره فی رد المحتار ومنحة الخالق والله سبحنه الموفق **وثانيها** يجب مطلقا وانه ظاهر الرواية عن ائمتنا الثلثة رضی الله تعالی عنهم وذلك ما مر عن المبسوط واعتمده تبعا لشيخه فی التنوير فقال قبل طلبه لا يتيمم على الظاهر اھ قال فی الدر ای ظاهر الرواية عن اصحابنا لانه مبذول عادة وعليه الفتوى اھ **اقول** [٢١٨٣] ولم ار هذه اللفظة لغيره ولا عزاه محشوه لاحد وفی التبيين لو علم به خارج الصلاة وصلى بالتيمم قبل الطلب لا يجزئه اھ ثم ذكر رواية الحسن ثم توفيق الجصاص وفی جواهر الاخلاطی مع رفيقه ماء وشرع فی الصلاة قبل الطلب لا يجوز وقيل يجوز على قياس قول الامام خلافا للقاضی اھ

اقول [٢١٨٤] وهنا عبارات اخر ليست صرائح كما تقدم عن الخلاصة عن الاصل انه يسأل فان الصيغة وان كان ظاهرها الوجوب كثيرا ما تأتی للندب كما لا يخفى على من خدم كلماتهم ويقرب منه قول العتابی ان كان مع رفيقه ماء طلب قبل ان يتيمم فان منعه تيمم اھ والسراجية اذا وجد مع رفيقه ماء فانه يسأله فان لم يعطه تيمم وصلی اھ والكنز يطلبه من رفيقه فان منعه تيمم اھ كيف [٢١٨٥] وقد قال مثله فی الملتقى واعتمد مذهب الامام وهذا نصه ان كان مع رفيقه ماء طلبه وان منعه تيمم وان تيمم قبل الطلب اجزأه اھ **تنبيه** قولی هنا يجب مطلقا المراد به انهم ذكروها مرسلة ولم يقيدوها بما يأتی فی القول الثالث اذ هذا هو الواقع فی كلام المبسوط واتباعه نعم حمله الامام صدر الشريعة على صريح التعميم كما سيأتی فی ذكر قانونه مع تضعيفه ان شاء الله تعالی ويقرب [٢١٨٦] منه ما مر عن الغنية من حمل كل من قولی الامام وصاحبيه على التعميم حتى تأتى له التلفيق وقد علم انه ليس بتحقيق **وثالثها** اناطة الامر على ظنه فان ظن الاعطاء وجب الطلب ولم يجز التيمم

تطفل ١٨١ على البحر

فائدة: ... ظاهر الرواية ... (حاشیہ)

قوانين العلماء

ظاهر ...

تطفل ١٨٢ معروضة على العلامة ش

فائدة: صيغة الامر ان كان ظاهرها الوجوب ربما تأتی للندب

قبله تقدم فيه نص النهاية وستأتى نصوص البحر المحيط والمنية والخزانة والبرجندى وفى الخانية و
خزانة المفتين رأى مع رفيقه ماء انكان غالب ظنه انه يعطيه لايجوز له ان يتيمم بل يسأل اھ
وفى الكافى مع رفيقه ماء وظن انه ان سأله اعطاه لم يجز التيمم وانكان عنده انه لا يعطيه تيمم وان
شك وتيمم وصلى فسأل فاعطى يعيد اھ وفى الهندية بعد نقله وهكذا فى شرح الزيادات للعتابى
اھ وفى البرجندى نقل عن القاضى الامام ابى زيد رحمه الله تعالٰى انه يجب الطلب فى موضع لا يعز
الماء فيه لا فى موضع يعز اھ وفى المنية وشرح مسكين للكنز وعن ابى نصر الصفار رحمه الله تعالٰى
اذا كان فى موضع يعز فيه الماء فالافضل ان يسأل من رفيقه وان لم يسأل اجزأه فانكان فى موضع
لا يعز الماء فيه لا يجزئه قبل الطلب اھ زاد فى المنية كما فى عمرانات واعتمد الشرنبلالى فى متنه
وشرحه فقال يجب طلبه ممن هو معه لانه مبذول عادة فلاذل فى طلبه انكان فى محل لا تشح به
النفوس اھ ومنها العبارات التى قدمنا فى المسألة الثالثة والرابعة عن الزيادات ومحيط السرخسى و
الخانية والخلاصة والبزازية وصدر الشريعة والبحر والهندية تصريحا وجامع الكرخى والبدائع
والحلية مفهوما من الامر بقطع الصلاة عند ظن الاعطاء فانه [٣/١٨١] يوجب الوجوب اذ لولاه لما حل
القطع ويقابلها اطلاق نص الخانية وخزانة المفتين شرع بالتيمم ثم جاء انسان معه ماء فانه
يمضى فى صلاته اھ اقول [٣/١٨٢] وقد علمت انهم يرمون عن قوس واحدة وهو وجوب الطلب فى
مظنة الاعطاء لا غيرها وانما نشأ الخلاف من الاختلاف فى ان الماء هل هو مبذول عادة فى
السفر كالحضر اولا فمن قال نعم قال يجب مطلقا ومن قال لا قال لا ومن فصل فصل فلم يبق
فى الوصول الى الصواب الا انحلال عقدة هذا المبنى فاما المفصلون فقد اعتمدوا المظان وهى
الجادة الواضحة واما المثبتون فنظروا الى حال الحضر والسفر فى منازل ذات مناهل وماء
الشرب واما النافون فالى حال السفر فى منازل قليلة المياه وماء الطهر وانا اقول [٣/١٨٣] وبالله
التوفيق انما المبذول عادة ماء الشرب لا سيما فى الحضر واما ماء الطهر خصوصا الغسل فكثير
من الناس يضنون به فى الحضر على الاجانب حذرا ان ينفد ما عندهم فيحتاجوا الى ان يأتى
السقاء او يحتاجوا الى كلفة الاستقاء بل انكان احدهم على رأس الركية وسأله غريب او عابر سبيل
[٣/١٨٤] ماعنده من الماء للغسل بل للوضوء يقول اما لك يدان الست على البئر فكيف بالسفر سيما

لا یحل التیمم الا اذا بعد الماء میلا ونعلم قطعا ان المقیم فی مصرہ یتحفظ علی الماء تحفظہ علی الطعام اذا بعد الماء عنہ بهذا القدر فکیف بمن فی السفر فالغالب فیہ هی الظنة وما الکون عنه مبذ ولا فیه من مظنة الا فی خصوص صور عدیدة کان یکون من له الماء ولدہ هذا او شقیقه او صدیقه او اجیرہ او رعیته او یهابه او له فیه طمع یریدہ او یعلم هذا ان الرجل غیر شحیح ولا لئیم ولا مناوله وان عندہ من الماء ما ان اعطانی منه فضل له ما یبلغه المنزل وافیا بحاجاته من دون تقصیر ولا تقتیر او یکون هذا مریضا مقعدا اشل مثلا وهو علی رأس البئر او یعلم انه کریم النفس یستحیی ان یرد السائل لا سیما ان کان ممن یؤثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصة ففی مثل هذہ الصور یرجح له ظن الاعطاء المعتبر فی الشرع وهو اکبر الرأی الملتحق فی العمل بالیقین دون الظن الضعیف الملحق بالشك ولا شك ان هذہ الصور اقل بکثیر من غیرها فکیف یقال ان ماء الطهر مبذول عادة بل مظنون به غالبا نعم لو تبلغ قلة هذہ الصور حد ندرة توجب طرحها عن النظر ونوط الحکم بالمظنة فوجب ادارة الامر علی ظنه وهو اعلم بنفسه فلا یقید بموضع فیه الماء عزیز او غزیر فلا شك ان الوجه هو التفصیل هذا فی الحکم اما التوفیق **فاقول** وبالله التوفیق لا غرو فی اطلاق الحکم بالنظر الی الغالب الکثیر وکم له فی الفقه من نظیر فکان سیدنا الامام رضی الله تعالٰی عنه اطلق الحکم بعدم وجوب الطلب نظرا الی ما غلب ورواہ الحسن کما سمع وتداولته المتون والعامة کما وقع وذهب اجتهاد الحسن الی اجرائه علی اطلاقه فقال به وکذلك ظن بعض فسروا الاطلاق بالعموم وقلیل ما هم ورواہ الصاحبان عن شیخهما وقد عرفا المراد ففسراہ وقالا به فمنهم من نظر الاطلاق عن الامام والتفصیل عنهما فنصب بینهم الخلاف وهو مسلك الهدایة وکثیرین ومنهم من نظر المرام وان التفصیل هو المراد بالاطلاق فصرح بالوفاق او لم یؤم الی خلاف وهو مسلك المبسوط والکافی ومن حکی عنهم فی النهایة وهم الاکثرون علی ما فیها ومنهم من نظر الی جانبی اللفظ والمقصود فاثبت الخلاف لفظا ونفاہ معنی فذهب الی التوفیق وهو مسلك الامام الجصاص وهو التحقیق الناصع ولذا تری الخانیة مشی علی کلا القولین جازما به غیر مؤم الی الخلاف فی شیئ من الموضعین کما نقلنا نصوصها فی المسلکین الاول والثالث وتبعه فی خزانة المفتین کما علمت وکلهم علی الصواب وبعضهم اولی به من بعض لا شرذمة صرحوا بتعمیم عدم الوجوب مع اتفاقهم جمیعا علی وجوب الطلب

فی مظنة القرب اخاف ان یکون هذا الی عبارة التجرید المحکیة فی جامع الرموز من قبل القهستانی نقل بالمعنی علی ما فهم فان عبارة التجرید التی اثرها اماما ن جلیلان فی الخلاصة والهنایة کما مرّ لا اثر فیها لهذا التعمیم والله تعالٰی بکل شیئ علیم ونظیره فی جانب الایجاب صنیع صدر الشریعة فی الجانبین صنیع الغنیة والله تعالٰی اعلم تنبیه جعل فی الحلیة الاقوال اربعة فافرز قول الصفار عن القول بالظن وانت تعلم انه هو فانما اقام المظنة مقام الظن کما لایخفی وقد قدمته فی حاشیة ثمرة المقام الثانی قد تبین انه ان ظن العطاء وجب الطلب او المنع لا بقی الشك فاعتری فیه الشك وجادت العبارات علی وجهین فی الحاقه باحد الظنین احدهما قال صدر الشریعة وفی الزیادات اذا کان خارج الصلاة ولم یطلب وتیمم لایحل له الشروع بالشك فان القدرة والعجز مشکوك فیهما اھ فقد الحقه بظن العطاء فکما لایجوز التیمم اذا ظن العطاء کذا لك اذا شك لکن نص الحلیة ان حکم صورة الشك غیر منصوص علیه فی الزیادات اھ والذی ذکر فی البحر وجعله حاصل الزیادات وغیرها یخالف ما فی شرح الوقایة وعبارته وفی الزیادات ان المتیمم المسافر الی اخر ما نقلنا فی المسألة الثالثة وقال فیها بعد قوله فلا یقطع بالشك بخلاف ما اذا کان خارج الصلاة الی اخر ما نقلنا ههنا فلعل قوله بخلاف الخ مدرج من عند الامام بین مسألتی الزیادات علی ما یقتضیه کلام الحلیة والبحر ولذا لم یعزه فی الحلیة الا الیه والله تعالٰی اعلم هذا ووقع فی الخادمی حکایة ان الحاقه بظن العطاء مصحح قال فی الدرر قبل طلبه جاز التیمم اختاره فی الهدایة وقیل لا اختاره فی المبسوط اھ فقال الخادمی المصحح ان رجا اعطاءه او شك یعید والا لا اھ ولم یعزه لاحد ولم اره لمعتمد فالله تعالٰی اعلم وثانیهما قال فی المبتغی بالغین مع رفیقه ماء ظن انه یعطیه لایتیمم والا تیمم اھ فقد الحقه بظن المنع وهو قضیة ما فی المنیة اذ قال ان کان مع رفیقه ماء لایجوز له التیمم قبل ان یسأل عنه اذا کان علی غالب ظنه انه یعطیه اھ وفی البرجندی عن الخزانة ان کان غالب ظنه انه یعطیه لایجوز له ان یتیمم قبل الطلب اھ وفی جامع الرموز عن البحر المحیط ان ظنه وجب الطلب والا لا اھ وهذا ما رجحه فی الحلیة اذ قال احتمال الحاق الشك بظن المنع ارجح کما یظهر من توجیه هذا التفصیل وان کان فی شرح الوقایة لصدر الشریعة انه لایحل له الشروع بالشك فان القدرة والعجز مشکوك فیهما اھ ثم ذکر التوجیه بقوله ولا یبعد القول بان الاول (ای ادارة الامر علی ظنه) اوجه لان الماء لیس بمبذول للاستعمال غالبا فی الاسفار وخصوصا فی مواضع عزته فالعجز متحقق نظرا

الی ذلك ولان ملك الغیر حاجز عن التصرف والقدرة موهومة فیصلح التمسك بهذا الاصل مبیحا للتیمم ما لم یعارضه ما یخرجه عن مقتضاه وهو ظن قوی اھ وهو ماخوذ عن الفتح وقد منا نصه قبل المقام الاول وعن البدائع وقد منا نصه فیه **اقول** ٣١٩٦ وهذا هو الراجح اما **اولا** فلانه یشهد به نظیره مسألة الطلب غلوة فقد نصوا قاطبة فیها انه ان غلب علی ظنه قرب الماء وجب الطلب والا لا ففی مختصر الامام القدوری والهدایة لیس علی المتیمم اذا لم یغلب علی ظنه ان بقربه ماء ان یطلب الماء وان غلب علی ظنه لم یجز تیممه حتی یطلبه اھ وفی الوقایة والنقایة والاصلاح والکنز والوافی والملتقی والغرر والتنویر ونور الایضاح یجب طلبه غلوة ان ظنه قریبا والا فلا اھ افهم النقایة وافصح الکل واقرهم الشارح والمحشون قاطبة وقد منا فی المسألة الرابعة التنصیص به عن البدائع والسراج الوهاج والجوهرة النیرة والبحر والدر والهندیة ایضا ومثله فی ما لا یحصی فقد اطبقوا علی الحاق الشك بظن البعد **واما ثانیا** فلانه هو المصرح به فی غیر ما کتاب جلیل فقد قدمنا نصوص النهایة والخانیة وخزانة المفتین والاختیار شرح المختار سالفا وذکرنا نصوص المبتغی والمنیة والبحر المحیط والخزانة انفا وخلافه لم یعرف الا فی شرح الوقایة **بلی** نسب الحاق الشك بظن العطاء فی الجوهرة الی الصاحبین علی خلاف قول الامام رضی الله تعالی عنهم فقال وجوب الطلب قولهما وعند ابی حنیفة لا یجب لان سؤال ملك الغیر ذل عند المنع وتحمل منة عند الدفع وعندهما ان غلب علی ظنه انه لا یعطیه لا یجب علیه الطلب ایضا وان شك وجب تفریع قول ابی حنیفة اذا لم یجب الطلب تیمم قبله اجزأه وتفریع قولهما فی وجوب الطلب اذا شك وصلی ثم سأله واعطاه وجب علیه الاعادة باتفاقهما وان منعه فعند ابی یوسف صلاته جائزة وعند محمد یعید وان غلب علی ظنه انه یمنعه فصلی ثم اعطاه توضأ واعاد وان غلب علی ظنه الدفع الیه فصلی ثم سأله فمنعه اعاد عند محمد وعند ابی یوسف لا اھ **اقول** ٣١٩٧ قوله فی ظن المنع ثم اعطاه اعاد ای باتفاقهما وان لم یعط لا بالاجماع وحاصل قول محمد علی ما حکاه انه ان ظن العطاء او شك اعاد مطلقا اعطی بعد الصلاة او منع وان ظن المنع فان اعطی اعاد والا لا ومحصوله انه یشترط لجواز التیمم ظن منع لا یظهر خلافه وحاصل قول ابی یوسف انه ان اعطی اعاد وان منع لا سواء ظن عطاء او منعا او شك **وفیه اولا** ٣١٩٨ قد کان حکم وجوب الطلب ان لا یجزئ التیمم قبله کما قال فی تفریع

لم عبارة الجوهرة وعند ابی حنیفة اذا شك لم یجب علیه الطلب **اقول** ٣١٩٩ وهو نقل غریب متوغل فی الغرابة لاسیما بلفظ عند والظاهر انها تصحیف عن من عند الناسخ فلعلها ان کانت فروایة شاذة فاذة والله تعالی اعلم ١٢ منه غفرله

قطعة علی الجوهرة

قول الامام انه لما لم يجب اجزأه وقد منا فى الافادة الخامسة من شرح الحد الرضوى عن سراجه وجوهرته انه حيث وجب الطلب لم يطلب لم يجز وان لم يجد بعد فعلى هذا انما يظهر وجوب الطلب فى الشك على ما حكى عن محمد لا على قول ابى يوسف الا ان يبنى على التحقيق الذى نبديه بتوفيق الله تعالى ان الوجوب ههنا على غير حد الوجوب ثم وتكون الثمرة البطلان اذا ظن العطاء او شك ولم يسأل قبل ولا بعد والله تعالى اعلم وثانيا لازم هذا المحكى عن محمد بل صريحه كما علمت ان لو رأى فى الصلاة وظن العطاء او شك بطلت صلاته من دون توقف على منح او منع بعد لان ما منع وجوده التيمم نقضه حدوثه كما فى البدائع والبحر والدر وغيرها وهذه كما علمت رواية نادرة عن محمد وقد اسلفنا البحث عليها وانها مؤولة او مهجورة **اقول** والتأويل لا يمشى هنا لتصريحه بعدم الالتفات لما يظهر بعد فلم يسع الا الهجر وثالثا بل تلك النادرة ايضا بمفهومها ان هذا اذا ظن العطاء لا اذا شك تخالف هذه الحكاية المسوية بين ظن الاعطاء والشك ورابعا ينافيه ما مر عن الاختيار من قياس قول محمد المعتبر فيه ظن الاعطاء فقط ويناقضه صريحا ما مر عن النهاية ان المذهب الغير المنقول فيه خلاف بين اصحابنا الثلثة رضى الله تعالى عنهم الا فى الايضاح هو قصر الوجوب على ظن الاعطاء والخلاف الذى فى الايضاح وغيره هو عدم الوجوب عند الامام مطلقا فليس عند احد من الفريقين تسوية ظن العطاء والشك عند محمد ولا عند ابى يوسف فتبصر ولله الحمد **واما ثالثا فاقول** وبالله التوفيق وهو الحل على وجه التحقيق اذا كان شئ ظاهرا وخلافه محتملا لا عن دليل لم يعارضه فلا يقع الشك فى ذلك الظاهر لعدم استواء الطرفين فقد نصوا فى علم الكلام ان الاحتمال لا عن دليل لا ينافى اليقين بالمعنى الاعم فكيف ينافى الظن والشك فى العطاء لا يكون الا اذا لم يترجح جانبه بدليل فيبقى محتملا لا عن دليل فلا يورث الشك فى العجز المعلوم الظاهر بخلاف ظن العطاء فانه عن دليل ولا بد فيعارض الظاهر ويبقى العجز مشكوكا فلا يتحقق شرط التيمم وذلك كمن شك فى قرب الماء فان شكه هذا لا يجعل العجز مشكوكا حتى ساغ له التيمم بلا طلب لم يسغ لمن ظن القرب كما تقدم فظهر به الجواب الساطع عن قول صدر الشريعة ان القدرة والعجز مشكوك فيهما وتبين ان مثل الشك لا يعارض ظهور العجز فوجب طرحه والحاقه بظن المنع ولله الحمد ثم بعد بضع

تطفل ١ على الجوهرة

مسئلہ

تطفل ٢ على الجوهرة

تطفل ٣ على الامام

فائدہ

الاحتمال لا عن دليل لا ينافى اليقين بالمعنى الاعم

تطفل على الامام صدر الشريعة

لیالی رأیت تصدیق تعلیلی ھذا فی کلام الامام ملک العلماء کما یاتی اٰخر المسألۃ الثامنۃ وللّٰہ الحمد

مسئلہ ۷ شرح تعریف رضوی کے افادہ پنجم میں گزرا کہ یہاں اعتبار واقع کا ہے اگر اسے ظن غالب تھا کہ نہ دیگا یا شک تھا) اور اس نے تیمم سے پڑھ لی بعدہ اُس نے پانی دیدیا (بطور خود خواہ) اسکے مانگنے سے تو نماز نہ ہوئی اعادہ کرے اور اگر ظن غالب تھا کہ دیدیگا اور (خلاف حکم کرکے) اس نے نہ مانگا اور تیمم سے پڑھ لی بعد کو مانگا اور اُس نے نہ دیا تو نماز ہوگئی شرح وقایہ کی عبارت وہیں گزری اور اور عبارات قوانین میں آئینگی ان شاء اللہ تعالٰی۔ ہاں اگر اس نے نہ اول مانگا نہ بعد کو کہ منع وعطا کا حال کھلتا **اقول** نہ ظن عطا کی صورت میں اُس نے پانی خرچ کرلیا یا پھینک دیا نہ شک یا ظن منع کی حالت میں اُس نے بعد نماز بے انکار سابق دیدیا تو البتہ اسکے ظن کا اعتبار ہے اگر ظن عطا تھا نماز نہ ہوئی ورنہ ہوگئی لانہ بظن العطاء کان قادرا فی الظاھر علی الماء ولم یتبین غلط ھذا الظن فیعمل بہ لفقود درک الحقیقۃ علیہ میں ہے انما یکون المحوظ ظنا لیس غیر عند عدم الاستکشاف لہ فاذا وجد وظھر الامر بخلافہ کان الحال علی ماظھر ام واستشھد لہ بعبارات البدائع والکافی ثم اطال رحمہ اللّٰہ تعالٰی بایراد سؤال ودفع حاصل السؤال قد یکون ظنہ مصیبا وینتبدل رأی صاحب الماء فلا یظھر خطاء ظنہ وحاصل الجواب ان الاصل عدم التبدل والظن ربما یخطئ واستشھد فی السؤال بنصوص فی المذھب انہ لو کان بحضرتہ من یسألہ عن الماء فسألہ فلم یخبرہ فتیمم وصلی ثم اخبرہ بہ لا اعادۃ علیہ ام ای فلم یکن بالاخبار اللاحق عالما فی السابق حین سألہ فلم یخبرہ فکذا لا یکون بالعطاء اللاحق قادرا فی السابق حین ظن منعہ وافاد الجواب انہ فعل مافی وسعہ قبل الفعل فیقع جائزا دفعا للحرج فلا ینقلب غیر جائز قال وبعبارۃ اخرٰی انہ اذا ابی تأکد العجز فلا تعتبر القدرۃ بعد ذلک ذکرہ فی الولوالجیۃ ولانہ متعنت ولا قول للمتعنت بخلاف ما نحن فیہ فانہ لم یستفرغ الوسع بالاستکشاف ام **اقول** اغفل السؤال نصوصا فی المذھب ثمہ موافقۃ فی الصورۃ لما ھنا وھی انہ ان کان عندہ من یسألہ فلم یسألہ وصلی ثم سألہ فاخبرہ بماء قریب بطلت صلاتہ کما قدمنا فی نمرۃ ۱۰۵ عن الحلیۃ عن المحیط ومثلہ فی البدائع والتبیین والدر وغیرھا فعلم ان ھذا من یسأل ھنا عن حال الماء کظنہ العطاء فی ھذہ المسألۃ وترک السؤال کتلہ فیھا والاخبار اللاحق کالعطاء اللاحق فتبطل صلاتہ کما بطلت ثم ھذا وقولہ اذا ابی ای عن الاخبار **اقول** یشمل ما اذا سألہ فسمع وسکت لانہ صادق علیہ قولھم لم یخبرہ وانما عبرہ عنہ فی الحلیۃ بالاباء لان السکوت عند الحاجۃ اباء عرفا وقد صرحوا

بمسألة الاباء ههنا ايضا انه ان سألہ قبل الصلاة فابى ثم اعطاه بعدها فقد تمت ولا عبرة بالمنع بعد المنع وما قال انه متعنت وقد اخذه عن البدائع **فاقول** [٣٢١٢] هذا غير متعين ولا ثابت فقد ينسى ثم يتذكر وحال المسلم تحمل على الصلاح مهما امكن والله تعالٰی اعلم قال ثم بعد برهة من ظهور هذا للعبد الضعيف وتسطيره رأيت صدر الشريعة قد صرح بما ذكرنا من الحكم فی هاتین المسألتین بعلته فيما لو اتم الصلاة مع ظن العطاء ثم سأله فاعطاه فتوارد نا علی ذلك اھ **اقول** [٣٢١٣] هو سبق قلم بل انما ذكر العلة فيما اذا سأله فابى قال لانه ظهر ان ظنه كان خطأ اھ وهذا نظير ما سبق ان الحاق الشك بغلبة الظن للعطاء ارجح وانما صوابه للمنع كما مر **تنبیہ** نماز کے بعد وہ دینا جس سے مطلقًا نماز اعادہ کرنی ہوتی ہے اگرچہ مصلی کو ظن منع ہو کونسا ہے اور وقت نماز گزر جانے کے بعد دینا بھی یہ اثر رکھتا ہے یا نہیں اسکا بیان مسئلہ نہم میں آتا ہے و باللہ التوفیق

مسئلہ ۸ امام محقق علی الاطلاق سے مسئلہ ششم میں گزرا کہ پانی پر قدرت تین طرح ہوتی ہے اول خود اپنی ملک میں **اقول** [٣٢١٤] یعنی حاجت ضروریہ سے فارغ اور استعمال پر قدرت تو ہر جگہ شرط ہے **دوم** اگر بکتا ہے تو قیمت پر قادر ہو **اقول** [٣٢١٥] یعنی اُنھیں وجوہ پر گزریں کہ قیمت مثل سے بہت زیادہ نہ مانگے اور قیمت اسکے پاس حاضر نہیں تو اُدھار دینے پر راضی ہو **سوم** اباحت **اقول** [٣٢١٦] یہ مصدر مبنی للمفعول ہے یعنی پانی کا مباح ہونا خواہ باباحت اصلیہ جیسے بارش و دریا کا پانی یا کسی کے وقف کیے سے یا بلا وقف عام لوگوں یا کسی خاص قوم کے لیے جن میں یہ داخل ہو مالک نے طہارت کیلیے مباح کیا ہو اگرچہ طہارت در کار ہو یا مالک خاص اس شخص کو مباح کرے **ثم اقول** [٣٢١٧] دو صورتیں قدرت کی اور ہیں **چہارم** ہبہ کہ تملیک بلا عوض ہے بخلاف اباحت کہ شے ملک مالک ہی پر رہتی ہے اُسکی اجازت سے صرف کی جاتی ہے **پنجم** مالک کا وعدہ کرنا کہ میں تجھے پانی دونگا یہانتک کہ ائمہ ثلٰثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مذہب میں انتظار لازم ہے اگرچہ وقت نکل جائے کہ وعدہ میں ظاہر وفا ہے اور پانی پر قدرت اباحت سے بھی حاصل تو ظاہرًا قادر ہے لہذا تیمم جائز نہیں اسکا ذکر نمبر ۹ میں گزرا اور باب امام زفر حکم یہ ہے کہ جب وقت جاتا دیکھے تیمم کرکے پڑھ لے جیسا کہ نمبر ۹۱ میں گزرا۔ اب یہاں چند ضروری تنبیہات ہیں

تنبیہ اول وہ وعدہ کہ پانی نہ رہنے کے بعد ہو معتبر نہیں مثلًا نماز میں اس نے کسی کے پاس پانی دیکھا اور دینے کا ظن غالب نہ ہوا نماز پوری کی اُسکے بعد مانگا اُس نے کہا میرے پاس پانی تھا تو مگر خرچ ہوگیا اگر اسوقت مانگتے میں ضرور دیتا تو اس وعدہ کا اعتبار نہیں نماز ہوگئی اور اگر نماز سے پہلے دیکھا اور دینے کا ظن غالب ہوا اور تیمم پہلے کر چکا تھا یا اب کرلیا پھر مانگا تو اُس نے وہی جواب دیا کہ اب نہ رہا اُسوقت مانگتے تو دیدیتا اس وعدے سے بھی وہ تیمم نہ جائیگا اسی

نماز پڑھے یہی اصح ہے کہ نہ رہنے کے بعد وعدہ اس پر دلیل نہیں کہ دے بھی دیتا شے[۳۱۸] موجود ہوتے وقت وعدہ سے یہ سمجھا جاتا ہے
کر دینا منظور ہے اور نہ رہنے کے بعد نہ دینے والا بھی یہ کیوں کہے کہ میں نہ دیتا بلکہ مفت کرم داشتن ہے کہ ہوتا تو ضرور دیتا
بحرالرائق میں ہے فی المجتبٰی رأی فی صلاته ماءً فی ید غیرہ ثم ذھب منه قبل الفراغ فسأله فقال لو سألتنی
لاعطیتك فلا اعادة علیه وان کانت العدة قبل الشروع یعید لوقوع الشك فی صحة الشروع والاصح
انه لایعید لان العدة بعد الذھاب لاتدل علی الاعطاء قبله اھ **اقول**[۳۱۹] ھذا الفرع یحتاج
له الشرح وقد تبین مما صورناه فقوله ثم ذھب منه ای الماء من صاحبه بانفاق مثلا قبل الفراغ
لھذا من صلاته فسأله بعد صلاته فقال نعم ولو سألتنی قبل لاعطیتك قوله وان کانت العدة
قبل الشروع **اقول**[۳۲۰] تصویرہ بصورتین ذکرناھما انه تیمم ثم رأی اور أی ثم تیمم ثم
سأله بعد حین فقال انفقت ولو سألت لاعطیت ولیس المراد[۳۲۱] انه رأی فسأل فاجاب فتیمم
لانه تیمم صحیح قطعا لوقوعه بعد ظھور العجز عن الماء بخلاف تینك الصورتین ففیھما قیل لیس
له ان یصلی بذلك التیمم بل یتیمم ثانیا ولو صلی بالاول یعید لوقوع الشك فی صحة الشروع به فی
الصلاة لانه[۳۲۲] ان لم یظھر بوعدة القدرة فلا یقعد عن ایراث الشك فی العجز فوقع الشك فی بقاء
التیمم فلم یصح له الشروع بطھارة مشکوکة بخلاف ما اذا رأی فی الصلاة لان الشروع صح بالیقین
فلا یزول الا بمثله والاصح انه لایعید لان العدة بعد الذھاب والنفاد لاتدل علی الاعطاء قبله
اقول[۳۲۳] لما قررنا من ان الشحیح ایضا لایثقل علیه مثل ھذا الوعد فاذا لم یترجح به جانب العطاء
کان وجودہ وعدمه سواء فلم یورث شکا فی العجز کما قدمنا تحقیقه اخر المسألة السادسة فھذا
ما یتعلق بشرحه ولا بأس بالتنبیه علی نکت **فاقول اولا**[۳۲۴] کان تسمیته وعدا للمشاکلة
والا فالوعد للمستقبل **وثانیا**[۳۲۵] التصویر بذھاب الماء خرج وفاقا والا فالحکم کذلك لو لم یذھب
واحتال بھذا الجواب بل بالاولی لانه منع اشنع **وثالثا**[۳۲۶] لابد عندی من التقیید بعدم ظن العطاء
فی الوجھین کما فعلت لان ظن العطاء اذا لم یظھر خلافه یمنع صحة التیمم والصلاة کما مر ویأتی وبھذا الوعد ان لم یظھر وفاقه لم یظھر
خلافه ایضا بالاولی فیجب اعادة الصلاة واللہ تعالٰی اعلم۔ تنبیه دوم **اقول**[۳۲۷] وعدہ آب ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے اجماع سے
پانی پر قدرت کا موجب سمجھا گیا ظاہر یہ حکم وقت کے وقت تک ہے کہ کسی موقت حاجت کیلئے ایک وقت میں وعدہ
اُسی وقت کا وعدہ سمجھا جاتا ہے نہ یہ کہ کبھی دیدیں گے اگرچہ سال بھر بعد۔ خروج وقت پر خلف وعدہ سمجھا جائیگا کہ دینے

کہا تھا اور نہ دیا آئندہ[۳۲۲۹] اوقات کیلیے بھی وہ وعدہ اور اُسکے سبب اسکا پانی پر قادر ہونا سمجھا جائے تو مہینا بھر کامل گزر جائے اور اسے نماز پڑھنے کی اجازت نہ ہو کہ وعدہ باقی ہو تو قدرت باقی ہو تو تیمم ناجائز ہے اور ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے کہ انتظار کرے اگرچہ وقت نکل جائے تو ہر وقت یہی حکم رہے گا اور ہفتوں مہینوں نماز سے معطل رہنے کا حکم ہوگا حاشا یہ شریعت مطہرہ کا مسئلہ نہیں ہوسکتا لاجرم وعدہ کا اثر اُس ایک ہی وقت تک رہیگا وبس وھذا ظاہر جدا ومن خدم الفقہ یرتأیید ہ فی مسائل کثیرۃ من کتاب الطلاق وکتاب الایمان واللہ تعالٰی اعلم

تنبیہ سوم اقول[۳۲۳۰] ظاہر یہ ہے کہ وعدہ قدرت مقتصرہ ثابت کریگا یعنی وقت وعدے سے نہ مستندہ یعنی وقت علم بآب سے وذلک لانہ ھو سبب ثبوتھا فلا تثبت قبلہ لان المسبب لا یتقدم السبب ظاہر ہے کہ وعدہ آئندہ کیلیے ہوتا ہے تو ماضی پر اُسکا کیا اثر بلکہ اگر[۳۲۳۱] وعدہ اسکے سوال پر ہو تو یہ بھی دلالت نہ کریگا کہ اس سے پہلے مانگتا تو دیدیتا کہ اب بھی تو مانگے پر نہ دیا نرا وعدہ ہی کیا تو یہ کیونکر مفہوم ہو کہ پہلے دے ہی دیتا بالجملہ وعدہ حقیقۃً عطا نہیں کہ سب احکام عطا نافذ ہوں بلکہ وہ حقیقۃً عدمِ عطا ہی صرف اس اُمید پر کہ مسلمان کے وعدے میں ظاہر وفا ہی اُسے ظاہرًا پانی پر قادر مانا گیا ہو لما مر فی الظفر لقول زفر عن البحر عن البدائع عن محمد ان الظاہر الوفاء بالوعد فکان قادرا علی الاستعمال ظاہرا تو پیش از وعدہ نہ قدرت ہوگی نہ مانگے پر وعدے سے یہی ظاہر ہو کہ پہلے مانگتا تو دیدیتا ھذا ماظھر فلیراجع ولیحرر والعلم بالحق عند العلی الاکبر اقول[۳۲۳۲] مگر اس میں یہ ہی شک ہو کہ علما نے بعد نماز مانگنے پر پانی دیدینے کو اسپر دلیل ٹھہرایا ہو کہ پہلے مانگتا جب بھی دیدیتا کما یأتی فی المسألۃ الاٰتیۃ عن الزیادات وجامع الکرخی والبدائع والحلیۃ ان البذل بعد الفراغ دلیل البذل قبلہ تو یوہیں کیوں نہ کہا جائے کہ بعد نماز مانگنے پر وعدہ اسکی دلیل ہو کہ پہلے مانگتا جب بھی وعدہ کرلیتا اور نفس وعدہ کو موجب قدرت مانا ہو تو جسطرح بعد کو پانی دیدینے سے قدرت سابقہ ثابت ہوئی کہ پہلے مانگتا تو مل جاتا تو پانی زیر قدرت تھا یونہی بعد کے وعدے سے ثابت ہوگی کہ پہلے مانگتا تو وعدہ ہو جاتا اور وعدہ موجب قدرت تھا تو قدرت مل جاتی تو پانی زیر قدرت تھا اور جب مانگے پر نرے وعدے سے یہ حکم ہو تو بے مانگے وعدے سے بدرجہ اولٰی کہ یہاں تو یہ احتمال ہے کہ جب بے مانگے وعدہ کرلیا عجب نہیں کہ پہلے مانگے پر دے ہی دیتا اگرچہ[۳۲۳۳] اس اولویت میں یہ کلام واضح ہو کہ شاید اور کیا عجب مفید نہیں ظہور درکار ہو کلام امام محمد سے ابھی گزرا فکان قادرا ظاہرا اقول[۳۲۳۴] مگر بذل ووعدہ میں فرق بیّن ہے بذل حال سے بذل سابق مظنون ہوا اور بذل قطعاً موجب قدرت ہو تو قدرت مظنون ہوئی بخلاف وعدہ کہ قدرت کا موجب قطعی نہیں خلف بھی ممکن ہے دینے والے کو کوئی عذر پیش آنا بھی ممکن ہو الا تری۔

ان محمدا انما یقول ان الظاھر الوفاء تو وعدہ صرف مورث ظن قدرت ہے اور وعدہ حال سے وعدہ سابقہ بھی یقینی نہیں صرف مظنون ہے تو اس وقت کے وعدے سے سابق میں ظن قدرت نہ ہوا بلکہ ظن ظن ہوا اور ظن ظن شیئ ظن شیئ نہیں تو سابق کیلئے ظن قدرت ثابت نہ ہوا تو عجز ظاہر کا معارض نہ پایا گیا اور تیمم و نماز صحیح رہے اور یہ تقریر اُس صورت کو بھی شامل کہ بعد کو بلا مانگے وعدہ کرے کما لایخفی بالجملہ مقام مشکل ہے اور ظاہر وہ ہے جو فقیر نے گزارش کیا واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

ثم اقول بلکہ حقیقت امر یہ ہے کہ مسئلہ وعدہ خود ہی مشکل ہے بلکہ اُس سے بھی صاف تر مسئلہ رجا اور اُس کا اور مسئلہ ظن قرب کا فرق اکابر محققین امام اجل عبدالعزیز بخاری و امام قوام کاکی و امام اکمل بابرتی و امام کمال ابن الہمام وغیرہم رحمتہ اللہ تعالٰی علیہم نے مشکل سمجھا اور لاحل چھوڑ دیا واللہ المسئول لحل کل اشکال ودفع کل اعضال ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم المتعال۔ **امامسألۃ الوعد** فلم ازل استشکلھا لان الوعد لایورث الارجاء فی المآل والرجاء فی القابل لایرفع العجز المتحقق فی الحال فکیف یقال انہ بمجرد الوعد صار قادرا علی الماء قال فی التبیین راجی الماء یستحب لہ التاخیر ولا یجب لان العدم ثابت حقیقۃ فلا یزول حکمہ بالشك اھ وفی الھدایۃ وعن ابی حنیفۃ وابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنھما فی غیر روایۃ الاصول ان التاخیر حتم لان غالب الرأی کالمتحقق وجہ الظاھر ان العجز ثابت حقیقۃ فلا یزول حکمہ الا بیقین مثلہ اھ وعزاہ فی الحلیۃ لھا ولغیرھا والمسألۃ معلومۃ دوارۃ فی المتون والشروح والفتاوی وھی تعطی قطعا ان رجاء القدرۃ فی المآل لایرفع العجز فی الحال باجماع اصحابنا فی روایات الاصول فیجب ان لایعد قادرا بالوعد وانما یؤمر بالانتظار استحبابا ان وقع الوعد قبل الصلاۃ وان وعد بعدھا لم یبطل صلاۃ صحت بیقین کما لوحصل لہ رجاء الوجد ان اخر الوقت بعد ما صلی فان مالایمنع التیمم وجودہ لایرفعہ حدوثہ حین حدث فضلا عما سبق اما الفرق بان القدرۃ علی الماء تثبت بالاباحۃ اجماعا فیجب الانتظار بخلاف غیرہ کثوب ودلو فلا تثبت عند الامام فیستحب وعندھما نعم فیجب

فاقول الوعد لیس اباحۃ فی الحال بل ایراث رجائھا فی المآل فھون بین بین قولہ اعطیت وقولہ ساعطی اما ان الظاھر الوفاء فکان قادرا علی استعمال الماء ظاھرا **فاقول** الماء معدوم عندہ بعد ولا قدرۃ علی المعدوم کیف وقد قال فی البحر فی مسألۃ من نسی الماء فی رحلہ ھذا لانہ لاقدرۃ بدون العلم لان القادر علی الفعل ھو الذی لو اراد تحصیلہ یتأتی لہ ذلك ولا تکلیف بدون القدرۃ اھ ومعلوم ان الموعود لہ لیس الامر بیدہ حتی یتأتی لہ تحصیل الوضوء بارادتہ بل ھو بید الواعد فلم تثبت

القدرة فان قلت [۳۳۳۸] اليس اذا اعطاه بعد الصلاة بلا اباء بطلت فقد عد بالعطاء اللاحق قادرا فی السابق وسيأتی التصريح به عن الزيادات وجامع الكرخی والبدائع والحلية انه ظهر انه كان قادرا لان البذل بعد الفراغ دليل البذل قبله اهمع ان الماء كان معدوما عنده اذ ذاك والمعدوم غير مقدور فلم لا يجعل قادرا بالوعد وان كان الماء معدوما عنده بعد بل هذا [۳۳۳۹] اولی لانه علی شرف الحصول اما ما مضی فلا يمكن ان يجعل غير الحاصل فيه حاصلا اقول [۳۳۴۰] وبالله التوفيق ليست القدرة المانعة للتيمم بمعنی الاستطاعة فانها لا تكون قبل الفعل وان كان الماء بكفه بل بمعنی سلامة الاسباب والآلات بحيث لا يبقی شئ مما يتوقف عليه تحصيل الماء خارجا عن قبضته فيكون قادرا بمعنی ان تحصيله بيده ويشترط مع ذلك عدم الحرج فمن بعد الماء عنه ميلا وهو قادر علی المشی فقد سلمت له الاسباب وعد عاجزا للحرج ثم غالب الظن كاليقين الا تری ان من ظن قرب الماء عد قادرا عليه مع انه لا يعلمه حقيقة والظن ربما يخطئ اذا علمت هذا فمن اعطی لاحقا حصل له الظن علی العطاء سابقا لو سأل فثبت ظنا وهو كالثبوت يقينا انه كان قادرا اذ ذاك علی تحصيل الماء بالسؤال فكان قادرا علی الماء لان القدرة الحسية بالعطاء وما كان بينه وبين العطاء الا السؤال كما ظهر بالبذل اللاحق. السؤال وان كان زيد ون سؤال فبالاولی وقد كان السؤال بيده وتركه عالما بالماء عنده فكان كمن يكون علی رأس البئر وفيها ماء وبيده الدلو والرشاء وهو قادر علی الاستقاء فترك وتيمم وبالجملة ظهر بالبذل اللاحق انه لو اراد تحصيله سابقا لتأتی له لعدم توقفه الا علی سؤاله المقدور له وهذا هو معنی القدرة بخلاف الموعود له فان التوقف ههنا علی الوفاء وليس الوفاء بيده فقد ظهر الفرق والحمد لله رب العلمين فان قلت [۳۳۴۱] اليس قد اوجبوا الطلب ابطلوا الصلاة قبله فيما اذا كان فی العمرانات او قربها مطلقا او فی الفلاة وقد اخبر بقرب الماء او ظنه بوجه اخر من رؤية خضرة وغيرها كما قدمته فی خامس افادات شرح الحد الرضوی واثرت ثمه عن الحلية ان العلم بقرب الماء قطعا او ظاهرا ينزله منزلة كون الماء موجودا بحضرته فلا يجوز تيممه كما لا يجوز مع وجوده بحضرته اهـ فكذلك ههنا وان كان الماء معدوما ينزله ظن الوفاء لانه هو الظاهر من المسلم منزلة الموجود فلا يجوز له التيمم اقول [۳۳۴۲] ولربی الحمد علی الخبير سقطت وفی القياس غلطت فرق عظيم بين المسألتين القرب والعطاء كلاهما مانع عن التيمم لحصول القدرة بهما فان الشرع المطهر جعل ما كان دون ميل

کالذی بیدیہ ولا الحائز لمن بیته علی شط البحر التیمم اذ لم یجد الماء فی بیته کما تقدم فی نمرة ۹۱ عن العنایة والظن الغالب فی العمل کالعلم ومع علم المانع لامساغ للتیمم بید ان القریب لما کان مقدورا حقیقة شرعا فی الحال کما علمت کان ظن القرب ظن انه مقدور الاٰن وانه حاصل بحضرته فی اعتبار الشرع المطهر وھھنا ظن الوفاء ظن انه سیحصل مع العلم القطعی بانه غیر حاصل فی الحال فمن الحاصل علم ان المانع موجود وھذا علم انه سیحدث ان وفی وتوقع حدوث المانع لا یمنع التیمم وھذا ما قدمت فی الظفر لقول زفر انه اذا ادرک الوقت فاراد الصلاة لا ینھی عنھا ولا ینظر الا الی حالته الراھنة وقلت قبله فیه ان الطاعة بحسب الاستطاعة قال ربنا تبارک وتعالی فاتقوا اللّٰه ما استطعتم ولا ینظر الا الی الحالة الراھنة واستشھدت علیه بمسألة الراجی ھذه ان لیس علیه التاخیر وبمسألة الدر امره الطبیب بالاستلقاء الخ وسنأتی عن البنایة سبع مسائل ومن زیادة اتناسبع اخر تشھد لھذا ومن ذلک ما مر فی نمرة ۹ من مسألة عار وعد ثوبا له ان یصلی عاریا ولا ینتظر ھذا ھو مذھب امام المذھب رضی اللّٰه تعالٰی عنه والاٰن رأیت فی الغنیة فی مسألة الراجی نفسھا (یستحب ان یؤخر) ولو لم یفعل وتیمم وصلی جاز لانه ادا بحسب قدرته الموجودة عند انعقاد سببھا وھو ما اتصل به الاداء اھ ثم بنعمة ربی وله الحمد رأیت بعد قلیل من الحین الامام الاجل ابا البرکات النسفی رحمه اللّٰه تعالٰی فی الکافی فرق بعین ما وفقنی ربی من انه این الحاصل مما سیحصل کما ساذکر نصه ان شاء اللّٰه تعالٰی وللّٰه الحمد فی الاولٰی والاٰخرة ھذا ما کان یتخالج صدری فی مسألة الوعد **واما مسألة الرجاء** وما علل بھا به فی الھدایة فاعترضه الامام الاجل الشیخ عبد العزیز ثم الامام قوام الدین الکاکی ثم الامام اکمل الدین البابرتی ثم الامام المحقق علی الاطلاق بوجھین قال فی الفتح علی عبارة الھدایة المذکورة قوله لان غالب الرأی کالمتحقق مع قوله فی وجه ظاھر الروایة ان العجز ثابت حقیقة فلا یزول حکمه الا بیقین مثله مع انه منظور فیه بان التیمم فی العمرانات وفی الفلاة اذا اخبر بقرب الماء او غلب علی ظنه بغیر ذلک لا یجوز قبل الطلب اعتبارا لغالب الظن کالیقین یقتضی انه لو تیقن وجود الماء فی اٰخر الوقت لزمه التاخیر علی ظاھر الروایة لکن المصرح به خلافه علی ما تقدم اول الباب انه اذا کان بینه وبین الماء میل جاز التیمم من غیر تفصیل وفی الخلاصة المسافر اذا کان علی تیقن من وجود الماء او غالب ظنه علی ذلک فی اٰخر الوقت فتیمم فی اول الوقت وصلی ان کان بینه وبین الماء مقدار میل جاز وان کان اقل ولکن یخاف الفوت لا یتیمم اھ وقد فصله اتم تفصیل الامام الاجل

قوله التعلیل یرید علیه الاجماع انه علم الحکم الصحیح کما بینا فقط منه غفرله

قوله مبتنی بحسب مبنیة وقوله مع فیه انه منظور فیه مع تعلیق بعموم وقوله الا بیقین والمقصود الایراد علی وجه ظاھر الروایة وانما اتی بالروایة مع تعلیل الروایة الناقض ولا النظر الاول یبتنی علی الاول الروایة ولا ظاھر الروایة

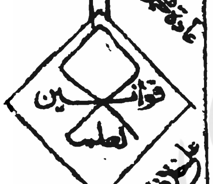
قوانین العلماء

لم یعتبره فیھما نظر ان حاصل الکل کیف قلتم لا یزول الا بیقین مثله ولم تجعلوا غالب الرأی کالمتحقق مع انکم اعتبرتموه فی مسألتی العمرانات والفلاة وحاصل الثانی ان قولکم ھذا یقتضی انه لو تیقن وجود الماء فی اٰخر الوقت لم یجز له التیمم لانه معارض ھذا الیقین المصرح به خلافه ۱۲ منه غفرله

البخاری ونقل کلامه فی العنایة والدرایة وهذ الفظ الاکمل قال قوله لان غالب الرأی کالمتحقق قال الشیخ عبد العزیز هذا التعلیل مشکل لانه یقتضی ان یجب التأخیر عند التحقق فی اخر الوقت مع بعد المسافة فی الروایات الظاهرة لیصح مقیسا علیه ولیس کذلك فانه ذکر فی اول الباب ان من کان خارج المصر یجوز له التیمم اذا کان بینه وبین الماء میل او اکثر وفی الخلاصة وعامة النسخ المسافر اذا کان علی تیقن من وجود الماء فی اخر الوقت او غالب ظنه ذلك جاز له التیمم اذا کان بینه وبین الماء میل او اکثر وان کان اقل لا یجوز وان خاف فوت الصلاة فلو حمل هذا یعنی التعلیل علی ان المراد ان التیمم لا یجوز فی المتحقق فی غیر روایة الاصول فالحق به غالب الظن فی هذه الروایة لم یستقم ایضا لانه علی وجه ظاهر الروایة بان العجز ثابت حقیقة فلا یزول حکمه الا بیقین مثله وذلك یقتضی ان حکم العجز وهو جواز التیمم یزول عند التیقن بوجود الماء فی ظاهر الروایة ولیس کذلك علی ما بینا ولو حمل علی ان هذا فیما اذا کان بینه وبین ذلك الموضع اقل من میل لم یستقم ایضا لانه لا فرق فی تعلیل ظاهر الروایة بین غلبة الظن والیقین فیما اذا کانت المسافة اقل من میل فی عدم جواز التیمم کما انه لا فرق بینهما فیما اذا کانت المسافة اکثر من میل فی جواز التیمم قد صرح فی اخر هذا الباب انه اذا غلب علی ظنه ان بقربه ماء لا یجوز التیمم کما لو تیقن بذلك فعلم انه مشکل بقی وجه اخر وهو ان یحمل هذا علی ما اذا لم یعلم ان المسافة قریبة او بعیدة فلو ثبت انه تیقن بوجود الماء فی اخر الوقت فقد امن الفوات و لما لم یثبت بعد المسافة لتشکیك فیه لم یثبت جواز التیمم فیجب التاخیر اما لو غلب علی ظنه ذلك فکذلك عندهما فی غیر روایة الاصول لان الغالب کالمتحقق وفی ظاهر الروایة لا یجب التاخیر لان العجز ثابت لعدم الماء حقیقة وحکم هذا العجز وهو جواز التیمم لا یزول الا بیقین مثله وهو التیقن بوجود الماء فی اخر الوقت ولم یوجد فلا یجب التاخیر ولکن هذا الوجه لا یخلو عن تمحل ویلزم علیه انه فرق ههنا بین غلبة الظن والیقین فی ظاهر الروایة ولم یفرق بینهما فیما اذا غلب علی ظنه ان بقربه ماء فی عدم جواز التیمم ولا فیما اذا کانت المسافة بعیدة فی جواز التیمم کما بینا قال فالاظهر بقاء الاشکال اهـ ضمیر قال الی الامام البخاری وقد اقره العلامتان الکاکی والبابرتی رحم الله الجمیع ورحمنا بهم امین

واقول انما وجه الکلام الی ظاهر الروایة وتعلیلها وصرف الشیخ اجلالا لها الی الروایة النادرة دلیلها وجعل الاربعة محامل ورد الکل وانا ارید تلخیصه مع الایضاح فقد خفی علی بعض اجلة الکبراء فاقول

وباللّٰه التوفيق جعل محمله **الاول** تقديران وجوب التاخير عند تيقن الوجدان فی اٰخر الوقت
متفق علیه بین الروایات الظاهرة والنادرة انما الخلاف عند الظن فقاسته النادرة علی الوفاقیة
وردّہ ببطلان هذا التقدیر للتنصیص المتواتر علی جواز التیمم اذا بعد الماء میلا **اقول**[٣٣٦]
ای وربما یتیقن فیه الوجدان فی اٰخر الوقت فان المیل یقطع بسیر الوسط فی اقل من نصف ساعة
ووقت الصبح والمغرب اوسع من ضعف ذلك فضلا عن سائر الاوقات **والثانی** ان فی کلیهما
الاختلاف والحقت النادرة احد المختلفین بالاٰخر **اقول**[٣٣٧] وهو من ابعد المحامل اذ لا یبقی
علی هذا تعلیلا بل ایضاحا لخلافیة باخری کعادة الامام الربانی محمد فی کتبه **وردّہ** بان جواب
الظاهر اذن بالفرق بین الظن فلا یجوز فیه التیمم والیقین فیجوز وقد علم بطلانه **اقول**[٣٣٨]
ویمکن ان یجعل ردّ اللالحاق فقط وان کان بعیدا کذلك المحمل **والثالث** ان النادرة انما
توجب التاخیر عند ظن الوجدان فیما اذا کان الفصل اقل من میل **اقول**[٣٣٩] معناه ان علم
الماء قریبا لا یجوز له التیمم ان ظن وجدانه والا بان ضاق الوقت جاز کما هو قول زفر **وردّہ**
بان المذهب انما فرق بالقرب والبعد دون غلبة ظن الوجدان والیقین کما یعطیه ما ذکره فوجه
الظاهر فان کان الفصل میلا او اکثر جاز مطلقا والا لا مطلقا وبان المذهب بطلان التیمم
عند ظن القرب کما صرح به اٰخر هذا الباب فکیف یجیزه مع العلم بالقرب لعدم التیقن بالوجدان
ولیس معناه ان یظن الوجدان لظنه الماء اقرب من میل فان کونه اقرب مفروض علی هذا المحمل
وسیاتی ایضاحه **والرابع** ان النادرة فیما اذا جهل الفصل وتقریر دلیلها[٣٤٠] ان للتیمم مبیحا ومانعا فالمبیح فالعلم ببعد المسافة واما
المانع فالعلم بانه یجد الماء فی اٰخر الوقت والمبیح ههنا غیر معلوم بالفرض والمانع لو کان متیقنا لم یجز له التیمم قطعا للامن من الفوات
وههنا هو مظنون والمظنون کالمتیقن فلا یجوز ایضا ویجب التاخیر وحاصل جواب الظاهر ان للتیمم مصححا ومانعا فالمصحح
العجز عن الماء وهو حاصل قطعا لان الماء معدوم حقیقة والمانع العلم بوجدانه فی اٰخر الوقت وهو غیر متیقن وان کان مظنونا
فلا یعارض المتیقن **وردّہ** بان فیه حملا لتقیید اطلاق الروایات بقید لا اشارة الیه فی کلام احد من الفریقین هو الجهل بحال
المسافة قربا وبعدا ولکنه بعید لانه فهم من العبارة وبانه یلزم ان ظاهر الروایة فرقت ههنا بین الظن والیقین مع انما سوت بینهما فی
مسالتی القرب والبعد فلا یجوز مع ظن القرب ویجوز مع ظن البعد کالعلم فی الفصلین فیقع الاشکال علی کل حال هذا توضیح کلامه
رحمه اللّٰه تعالی وقد علمت ان الکلام علی کل وجه انما یتوجه الی تعلیل ظاهر الروایة ففیه الاشکال کما سلکه الامام الکمال **وذکر**

فـ
عادة محمد الاستشهاد


علی خلافیة بخلافیة
ایضاحا

الامام العيني في البناية كلام العناية هذا برمته غير انه غير قول الامام البخاري اما لو غلب على ظنه ذلك فكذلك عنده بقوله اما لو غلب على ظنه عدم بعد المسافة فكذلك عندهما اهـ فجعل المشار اليه قرب المسافة **اقول** هو باطل قطعا فان عند ظن القرب يجب التاخير اجماعا طفحت بذلك كتب المذهب لا انها رواية نادرة والمذهب خلافها بل الاشارة الى وجود الماء في اخر الوقت اي ان غلب هذا على ظنه فكذلك عندهما كما لا يخفى وقد اوضحه بقوله فجواب الظاهر لا يزول الا بيقين مثله وهو التيقن بوجود الماء في اخر الوقت اهـ فهذا هو الذي شرط الظاهر تيقنه على ما يقتضيه تعليل الهداية والتفت النادرة بغلبته على الظن فكان هو المشار اليه بقوله ان غلب على ظنه ذلك فكذلك ثم قال اعني الامام العيني وقد ذكر هذا كله صاحب الدراية ايضا ناقلا عن شيخه والعجب من الشيخ زين الدين الامام البخاري حيث لم يذكر وجه التخلص منه مع كونه من المحققين الكبار وكذا صاحب الدراية والاكمل ذكرا هذا وسكتا عليه فنقول وبالله التوفيق نذكر وجها ينحل منه هذا الاشكال وهو انه يعتبر رجاء الماء وعدم رجائه باسباب اخر غير بعد المسافة وقربها وهو ان يكون في السماء غيم رطب غلب على ظنه انه يمطر ويقدر على الماء في اخر الوقت فانه يستحب له التاخير في ظاهر الرواية ويجب عليه في غير رواية الاصول كما لو تحقق بوجود الماء او يكون الماء بعيدا لكن ارسل من يستقي له وغلب على ظنه حضور من ارسله في اخر الوقت بامارات ظهرت له او كان الماء في بئر ولم تكن له الة الاستقاء لكن غلب على ظنه وجدانه في اخر الوقت او كان الماء بقرب منه ولم يعلم مكانه ووجود ثمن يشتري به الماء **اقول** هكذا في نسخة الطبع السقيمة وفيه سقط وكان العبارة هكذا ولم يعلم مكانه ولا يستطيع طلبه في كل جهة لما به من ضعف لو علم مكانه لامكنه الذهاب الى جهة معينة وقد ذهب الى جهة مثلا فلم يجده فرجع وهو حسير وغلب على ظنه انه يلحقه في اخر الوقت من يخبره او يأتيه به او كان الماء يباع ولا ثمن عنده وغلب على ظنه وجود ثمن يشتري به الماء في اخر الوقت او نحو ذلك مما يؤدي هذا المعنى فلتراجع نسخة اخرى قال) او عنده ماء معد للعطش وغلب على ظنه وجود ماء اخر غير مشغول بالحاجة الاصلية او كان الماء عند اللصوص او السباع او من يخاف منه على نفسه او ماله وغلب على ظنه زوال المانع اخر الوقت وقس على هذه الاسباب اخر **اقول** كان تكون ظلمة يرجو زوالها او وجود فانوس او هو مريض او اشل او مقعد او شيخ كبير الى غير ذلك من عوارض يحتاج بها الى من يوضئه او يستقي له ذهب له او خادمه لحاجة ويرجو عوده في اخر الوقت او تعاود حمى نافضة ساعة او ساعتين لا يستطيع معها الوضوء او الغسل او الاستقاء ويرجو ذهابها في اواخر الوقت او الماء لغيره وهو غائب في خاله وينتظر عطاءه عوده في اخر الوقت او لا يجد الجنب في المحل سترا عن حضار سيغيبون او لا يستطيع الذهاب للاستقاء لاجل مال وولد يرجو حضور حافظ او الماء في المسجد ويرجو الجنب ان يجد في اخر الوقت من يأتيه به في سبعة مع سبعة وتؤيد الكل ما هو منصوص صريحا من امام المذهب ان

من وعد بدلو او رشاء لا يجب عليه الانتظار وقد مر فی نمرة ٥ وقال العينی) والمصنف رحمه الله تعالى لم يقيد الرجاء
وعد مع بعد المسافة وقربها بل اطلق فوجب حمله على وجه لا يرد عليه الاشكال وليس فی كلامه اشعار بما قيد الشيخ حتى يرد عليه من الاشكال
ما لا خلاص له اهـ **اقول**[٣٢٥٤] رحم الله الامام البدر ورحمنا به فی كل ورد وصدر وقد انتفعنا بما افاد من الفروع فيما قدمنا ان لا نظر الا
الی الحالة الراهنة وكفی به شبهة على مسألتنا الوعد اما المرام من حل الاشكال فهيهات بيان ذلك انه حيث تكرر ذكر المسافة فی كلام
الامام البخاری ذهب وهل لعلامة الی ان جعل موضوع الخلافية بين الظاهرة والنادرة ما اذا كان الرجاء لاجل قرب المسافة ولذا وضع
مكان اسم الاشارة فی كلامه عند بعد المسافة واذ قد علم ان على هذا التقدير لا مخلص من اشكال الامام التحرير كما
صرح به اخر التحرير عطف العنان الی ابداء صور يكون فيها الرجاء لا لاجل قرب الماء وظن انها تخلص
عن الاشكال ولا صحة لشیٔ من ذلك **اما الاول** اعنی جعل الامام الخلافية ما ذكر **فاقول اولا**[٣٢٥٥]
ذكر الامام البخاری له اربعة محامل ليس فی شیٔ منها ما يعطی ان المراد الرجاء لقرب الماء الا الثالث المفروض
فيه القرب فدل ان البواقی ليست على فرضه فكيف يكون الرجاء لاجل القرب هو المراد مطلقا **و**
ثانيا[٣٢٥٦] بل فی الرابع التنصيص على خلافه حيث فرض الكلام فيما اذا جهل القرب والبعد ثم جعله على
الرجاء بقوله اما لو غلب على ظنه ذلك الخ والعجب انكم حولتم هذا الذی هو ابين مخالفة لذلك المحمل
الی غلبة ظن القرب وسبحن الله اذا غلب على ظنه القرب كيف يقال لم يعلم ان المسافة قريبة او بعيدة
فان الظن الغالب علم **فان قيل**[٣٢٥٧] بل العلم هنا بمعنی اليقين فرض نفيه واثبت الظن لتكون
خلافية بين النادرة المعتبرة اياه والظاهرة الملغية له الشارطة لليقين القطع فالحاصل انه اذا
لم يتيقن القرب والبعد لكن غلب على ظنه القرب كان كتيقن القرب على النادرة وفرقت الظاهرة فجوزت
التيمم فی ظن القرب ومنعته عند اليقين **فاقول**[٣٢٥٨] ففيم يقول لقی وجه اخر وان هذا هو المحمل
الاول الذی جعل فيه اليقين وفاقيا والظن خلافيا **وثالثا**[٣٢٥٩] بل قد نص فی الاول ايضا على خلافه
اذ قال يقتضی ان يجب التاخير عند التحقق فی اخر الوقت مع بعد المسافة فی الروايات الظاهرة الخ
فافصح ان الكلام عند بعد المسافة فكيف يكون مبنی الرجاء قربها وان تنزلنا يكن الكلام مطلقا يشمل
القرب والبعد والا لم يكن لقوله مع بعد المسافة مساغ وعلى الكل يبطل ان المراد خصوص الرجاء
لاجل القرب **ورابعا**[٣٢٦٠] بل الثانی ايضا شاهد على بطلانه فانه قدر فيه ان النادرة هی التی تمنع التيمم
فی الظن واليقين والظاهرة تخالفها فيهما فلو كان هذا لاجل قرب المسافة كان المعنی ان الرواية

لو فان قلت كيف تفرقون بين الفرض ... بعد المسافة ... والفرق بينهما ... اليقين وفاقيا ... خلافيا والثالث ... والرابع ...

ف۱: تطفل على الامام العينی

قوانين العلماء

ف۲: تطفل اخر عليه

ف۳: تطفل ثالث عليه

ف۴: تطفل رابع عليه

ف۵: تطفل خامس عليه

ف۶: تطفل سادس عليه

الظاهرة تجيز التيمم وان كان الماء قريبا باليقين وهذا لا يتفوه به عاقل فكيف يجوز لهذا الامام الجليل الذی قد قلتم انه من المحققين الكبار ان يدخله فی المحامل **وخامسا** يا للعجب لم يقنع بجعله محملا بل رده بان ذلك يقتضی ان جواز التيمم يزول عند التيقن وليس كذلك فقد ادعى ان التيمم جائز مع تيقن القرب وهل ثم شئ افسد منه **وسادسا** يحيله على ما بين وانما بين الجواز عند البعد فكانت الاحالة ، باطلة محالة ، **وسابعا** بل فی الثالث ايضا اشعار الی خلافه فانه جعل موضوع المسألة ما اذا كان الفصل اقل من ميل لا ما اذا ظنه اقل من ميل والموضوع ماخوذ مفروض مفروغ عنه فكيف يختلف فيه بظن ويقين ويجعل محتملا على احد الوجهين وقد قال لا فرق فی ظاهر الرواية بين الظن واليقين اذا كانت المسافة اقل من ميل فان كان المعنى على ظن القرب آل الی انه لا فرق بين الظن واليقين عند الظن بالجملة جميع محامله وكل كلام يرد هذا المعنى الذی ذهب اليه وهل العلامة **واما الثانی** اعنی زعم المخلص منه على ما ابدى **فاقول** اولا لا نصف مخلص فان الحاصل على هذا ان النادرة توجب التيمم عند ظن وجدان الماء فی اخر الوقت لا لاحد من الاسباب المذكورة المغايرة لقرب الماء والظاهرة تقول لا عبرة بغلبة الظن بوجدانه بها انما العبرة لليقين به وهو مورد كلا الايرادين كما كان فانهم نصوا ان ظن القرب يمنع التيمم فقد اعتبروا الظن ثم فكيف الغوه هنا ونصوا ان عند بعد الماء ميلا يجوز له التيمم من دون تفصيل مع القطع بانه ربما يتيقن ببلوغه الماء فی اخر الوقت فلم يعتبروا اليقين ثم فكيف اعتبروه هنا فثبت ان رحمه الله تعالى هذا لم يرجع الی طائل ، وتعجبه من اولئك الجلة الی نفسه الكريمة آئل **ثم اقول** لعلك قد تفطنت مما القينا عليك ان الايراد الاخير اعنی على صورة اليقين بمسألة البعد ميلا انما يرد على ما علل به فی الهداية ظاهر الرواية اما نفس المسألة فلا غبار عليها من جهته فان المذهب عدم وجوب التاخير ظانا كان او مستيقنا لما تقدم التصريح به عن الخلاصة بنقل الائمة البخاری والكاكی والبابرتی والسيواسی وتقريرهم اياه نعم الايراد الاول على صورة الظن بمسألة ظن القرب يرد على التعليل والمسألة معا للاحتياج الی الفرق بينهما حيث لم يعتبروا هنا الظن بل ولا اليقين وقد منعوا ثمه لمحض غلبة الظن ولاجل هذا قلت انهم استشكلوا المسألة والتعليل معا وان كانوا انما وجهوا الكلام الی التعليل هذا ورأيت الامام ملك العلماء قرر المسألة فی البدائع

بحیث لایتوجہ الیہ ھذا الاشکال ویرفع الخلاف عن الظاھرۃ والنادرۃ فقال قد قال اصحابنا ان المسافر ان کان علی طمع من الماء فی اٰخر الوقت یؤخر التیمم الی اٰخر الوقت وان لم یکن لایؤخر ھکذا روی المعلی عن ابی حنیفۃ وابی یوسف رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما وذکر فی الاصل احب الی ان یؤخر الی اٰخر الوقت ولم یفصل بین ما اذا کان یرجو الماء اولا یرجو وھذا لایوجب اختلاف الروایۃ بل یجعل روایۃ المعلی تفسیر المّا اطلقہ فی الاصل ولو تیمم اول الوقت وصلی ان کان عالما ان الماء قریب بان کان بینہ وبین الماء اقل من میل لم تجز صلاتہ بلاخلاف لانہ واجد للماء وان کان میلا فصاعدا جازت وان لم یکن عالما بقرب الماء وبعدہ تجوز صلاتہ سواء کان یرجو الماء فی اٰخر الوقت اولا سواء کان بعد الطلب اوقبلہ عندنا خلافا للشافعی لما مران العدم ثابت ظاھرا واحتمال الوجود احتمال لادلیل علیہ فلا یعارض الظاھر اھ **اقول** لکن للعبد الفقیر توقف فی التعلیل الاخیر فان من علم فی اول وقت الظھر او العشاء مثلا ان الماء من ھنا علی مسافۃ اقل من میلین او ثلثۃ امیال وعلم انہ یصل الیہ فی سعۃ الوقت و لم یعلم انہ علی فصل میل او اقل فصادق علیہ انہ لایعلم قرب الماء ولا بعدہ وھو یرجو الماء لاعن احتمال بلادلیل بل عن دلیل فیعارض الظاھر ویمنع التیمم ولیس کذلک انما یمنع التیمم ظن ان الماء قریب وھو منہ فی شک مریب ھذا **ولنعم** حل الاشکال عن مسألۃ الرجاء ما قررہ الامام الجلیل ابو البرکات رحمہ اللّٰہ تعالٰی فی الکافی حیث عدل عن تعلیل الھدایۃ وعلل بتعلیل حسن الی الغایۃ اذ قال مسافر غلب علی ظنہ ان بقربہ ماء وجب الطلب فلا یجب بغیر غلبۃ الظن او اخبار لان العدم ثابت حقیقۃ وظاھرا الفوات الدلیل الدال علی الوجود من حیث الظاھر اذ الظاھر فی المفاوز عدم الماء بخلاف العمرانات فانہ لو تیمم قبل الطلب فیھا لم یجز لان العدم ان کان ثابتا حقیقۃ لم یثبت ظاھرا لقیام الدلیل علیہ وھو العمارۃ اذ قیامھا بالماء وکذا لو غلب علی ظنہ او اخبرہ مخبر لان غالب الرأی کالمتحقق فی حق وجوب العمل ولھذا اوجب العمل باخبار الاٰحاد والاقیسۃ والاٰی المؤولۃ والمخصصۃ والبینات فان قیل لو کان غالب الرأی کالمتحقق ھنا لوجب التاخیر فیما اذا غلب علی ظنہ انہ یجد الماء فی اٰخر الوقت قلنا عن ابی حنیفۃ وابی یوسف رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما ان التاخیر حتم ولان غلبۃ ظنہ انہ سیصیر بقرب الماء وھذا غلبۃ ظنہ انہ بقرب الماء اھ کلامہ الشریف وھذا بحمد اللّٰہ تعالٰی عین ما ظھر للعبد الضعیف فیما ذکرت ونحوہ فی الکفایۃ فقد ظھر ان مسألۃ الرجاء لیس المراد فیھا من رجا الاجل

القرب فانه لا يجوز له التيمم اجماعا بل من رجا الوصول فى اخر الوقت مع بعده الأن فهذا ليس بظن القرب بل ظن انه سيقرب فلا يعتبر ولا يعكر عليه بمسألة ظن القرب قد صرح بكونها موضوعة فى بعد المسافة فى غيرما كتاب معتمد ففى الدراية ثم الشلبية هذا الاستحباب اذا كان بينه وبين موضع يرجوه ميل او اكثر فان كان اقل لا يجزيه التيمم وان خاف فوت وقت الصلاة اھ ومثله فى البحر ونحوه فى الدر وفى البناية هذا اذا كان الماء بعيدا وان كان قريبا لا يتيمم وان خاف خروج الوقت قال الفقيه ابو جعفر اجمع اصحابنا الثلثة على هذا اھ ثم قال اعنى العينى وقيل اذا كان بينه وبين موضع يرجوه الى اخر ما قدمنا عن الدراية اقول ولا ادرى ما الفرق بينه وبين ما قال هذا اذا كان الماء بعيدا الخ حتى جزم بذلك ومرض هذا وجعله قولا اخر مع انه لا تفاوت الا فى اللفظ اقول وقد تقدم نص الخلاصة وتقرير الائمة الجلة ان الظن واليقين فى ذلك سواء لا يجب عليه التأخير وان تيقن بوجدان الماء فى اخر الوقت وتلك النادرة حيث اوجبت فى الظن فاليقين اولى فقد ظهر ان الواقع من المحامل الاربعة هو الثانى وان كان ابعد بالنظر الى ظاهر العبارة اما قول النادرة غالب الرأى كالمتحقق فلنا نعم ولو كان متحققا لم يؤثر لانه انما تيقن انه سيقرب لا انه قريب وبهذا يعوز الاشكال على تعليل الهداية لظاهر الرواية اقول وايضا يمكن حمله على المحمل الرابع فان من جهل المسافة جاز له التيمم فى المفاوز وان كان يرجو الوصول اليه فى اخر الوقت كما قدمنا انفا عن البدائع وذلك لان المانع عن التيمم هو قرب الماء يقينا او ظنا غالبا وقد انتفيا والجواب عن دليل النادرة والاشكال على تعليل الهداية كما كان لان ههنا ايضا يباح له التيمم وان تيقن الوصول اليه فى اخر الوقت كما اسلفنا تقريره تحت عبارة البدائع المذكورة الى ههنا ظهر انحلال الاشكال عن الحكم واستبان الفرق بين مسألتى الرجاء وظن القرب اما تعليل الهداية فاقول التأويل خير من التعطيل يمكن ان يؤول بان المراد باليقين هو اليقين الفقهى الشامل لغلبة الظن فليس المقصود التفرقة ههنا بين الظن واليقين لما علمت انهما سواء ههنا على كلتا الروايتين وانما المعنى انكار ان يكون له نزههنا وذلك ان العجز ثابت حقيقة شرعا لانعدام الماء حقيقة وظاهرا لعدم الدليل على قربه ان جهل المسافة وقيام الدليل على عدمه ان علم او ظن البعد فلا يزول حكم الثابت شرعا وهو جواز التيمم الا بيقين فهى مثله بان يحصل له ظن القرب اذ ليس فليس فانه لا عبرة بظن انه سيقرب

تطفل على الامام البزازي

تطفل على الامام العيني

ولا باستیقانہ انما ھذا امر حاصل فی رجاء الوصول او تیقنہ دون ظن القرب المانع عن التیمم المعارض للعجز الظاھر فھذا تقریرہ ولیس فی العبارۃ ماینکرہ فوجب الحمل علیہ فقد انحل الاشکال وللہ الحمد

عن مسألۃ الرجاء حکما وتعلیلا۔ اقول (٣٢٤) وتم علی مسألۃ الوعد تفریعا وتاصیلا۔ فمعلوم قطعا بداھۃ ان الوعد لایحصّل وانما یرجّی وقد تقرر فی المذھب ان راجی الماء یجوز لہ التیمم ولا یجب علیہ التأخیر وان زعم الاٰن زاعم ان الوعد محصّل للشیئ فی الحال فقد صادم بداھۃ غیر مکذوبۃ وایّ وعد مثل وعد اللہ ورسولہ جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وتلک الجنۃ قد وعدھا المتقون افتراھم دخلوھا الاٰن وتنعموا بنعیمھا فی الدنیا وحصلوا الحور والقصور والالبان والخمور والحریر والسرر ھذہ سفسطۃ ظاھرۃ فاذا کان ھذا فی وعد من یستحیل ان یخلف المیعاد فکیف فی مواعید العباد وبالجملۃ لم یصل فھمی القاصر الی کنہ ھذہ المسألۃ ولم ار من تکلم فیھا لکشف خافیھا غیر انہ لیس لنا مع نص فی المذھب مجال مقال فالمسألۃ مسلمۃ قطعا لکونھا منصوصا علیھا فی الاصل کما عزاہ لہ فی الخلاصۃ لکن لا دلالۃ لھا ولا لشیئ مما علمت من فروع المذھب وتعلیلاتھا علی کون الوعد یثبت قدرۃ مستندۃ بل الذی لاح من الدلیل یقضی باقتصارھا کما علمت فانا استخیر اللہ تعالٰی فیہ وحاش للہ لا اقطع القول بہ ولا اجعلہ حکما وانما اقول کما قلت ھذا ما ظھر فلیراجع ولیحرر واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولٰنا واٰلہ وصحبہ وسلم اٰمین تنبیہ چہارم اقول (٣٢٥) ظاہر وعدہ کہ مثبت قدرت مانا گیا ہے اُس میں شرط ہے کہ یا تو مطلق ہو مثلاً دونگا یا وقت حاضر سے مقید مثلاً ابھی دیتا ہوں نہ وہ کہ وقت آئندہ سے مقید ہو مثلاً کل دونگا یا شام کو لینا یا گھنٹا بھر بعد ملیگا اور وقت میں نصف ہی گھنٹا ہے ایسا وعدہ اصلا مثبت قدرت نہ ہوگا قبل نماز ہو یا بعد کہ وہ حقیقۃً دو چیزوں سے مرکب ہے وقت حاضر میں منع اور وقت آئندہ کے لیے امید دلانا تو وقت حاضر کیلیے منع ہی ہوا نہ وعدہ ورنہ لازم ہو کہ اگر وہ کہے دس برس بعد دونگا تو دس برس تک اسے نماز سے معطل رہنے کا حکم ہو کما تقدم تقریرہ فی التنبیہ الثانی وھذا ظاھر جدا بالجملہ ایسا وعدہ بنظر وقت حاضر منع ہے تو اگر پہلے ظن عطا تھا اُسکی خطا ثابت ہوگی اور ظن منع تھا تو اُسکی تصدیق ہوگی اور شک تھا تو علم منع سے بدل جائیگا واللہ تعالٰی اعلم اس وعدے کا نام وعدا بائی رکھیے اور مطلق یا مقید بوقت حاضر کا نام وعدہ رجائی تنبیہ پنجم اقول (٣٢٦) وعدہ رجائی اگر قبل تمام نماز ہو ضرور مطلقاً مؤثر ہے اگر تیمم سے پہلے ہی تیمم کا مانع ہوگا اور بعد ہے تو اُسکا ناقض اور عین نماز میں ہو تو اُسکا مبطل اگرچہ وفا ہو یا نہ ہو یعنی وقت گزر جائے اور

فائدہ

فائدہ

فوائد حسین العلماء

تنبیہ ۴

تنبیہ ۵

پانی نہ دے کہ ہمارے ائمہ نے انتظار واجب فرمایا اگرچہ وقت نکل جائے لیکن اگر یہ وعدہ بعد نماز ہو خواہ یوں کہ اس نے مانگا ہی بعد الصلاۃ مانگا اور اُس نے بطور خود وعدہ کرلیا یہاں دو صورتیں ہیں اگر وقت کے اندر دیدیا ضرور اعادہ نماز کریگا فان العطاء فی الوقت مبطل مطلقا ولو بلا وعد وما زادہ الوعد الا تأییدا فان قلت کیف ولا یخلو الوعد عن منع فی الحال لان حاصلہ لا اعطیک الاٰن بل بعد حین فان من یجیب من فورہ فیم یعد فھذا عطاء بعد اباء فلا یعتبر اقول الوعد لوقت الحاجۃ لا یعد منعا عرفا ولا شرعا فمن حلف لا یمنع زیدا کذا فسألہ زید فوعدہ لوقت حاجتہ لا یحنث قطعا وبہ تبین ان الوعد غیر العطاء ایضا فلو حلف لا یعطیہ لا یحنث بمجرد الوعد ایضا فھو امر بین بین فکما لا تثبت لہ احکام المنع ینبغی ان لا تثبت ایضا احکام العطاء بل الرجاء کما ذکرنا ولکن العبرۃ بالمنقول وان لم یظھر للمعقول اور اگر وقت میں نہ دیا تو دو صورتیں ہیں یا تو اُسکا خُلف ظاہر ہوگا کہ وقت گزر گیا اور قصداً نہ دیا تو یہ وعدہ مؤثر نہ ہوگا لانہ لم یعط وما اعطاہ الوعد من ظن الاعطاء زال بالاخلاف ولا عبرۃ بالظن البین خطؤہ فانکان قبلہ یظن عطاء فقد خاب او منعا فقد صدق او یشک فتبدل بعلم المنع اور اگر اُسکا خلف ظاہر نہ ہوا مثلاً وعدہ یوں تھا کہ دو گھڑی بعد آکر لیجانا یہ نہ گیا یا وقت کے اندر اسے یا اُسے کہیں جانیکی ضرورت لاحق ہوئی یوں افتراق ہوگیا اور نہ دے سکا تو اس صورت میں ظاہر یہ ہے واللہ تعالٰی اعلم کہ مطلقاً اعادہ نماز کا حکم ہو فان الحقیقۃ بقیت فی الستر فدار الامر علی الظن فانکان یظن العطاء فقد تضاعف بالوعد وان کان یظن المنع فقد تضعف بل اضمحل بہ لان الوعد یورث ظن العطاء قطعا کما قال الامام محمد ان الظاہر الوفاء ولا امکان لتعلق الظن الغالب بکلا الطرفین فاذا حدث ظن العطاء فقد زال ظن المنع وکذا الشک لان الرجحان یبطل التساوی فلم یبق ما تبنی علیہ صحۃ صلاتہ والاصل فی الماء الاباحۃ وقد تباین ان التقصیر منہ لترکہ السؤال لاجل ظن منع او شک ظھر کونہما فی غیر المحل فتعاد الصلاۃ لتقع البراءۃ بیقین، فان الصلاۃ من اجل ما یحتاط لہ فی الدین ۰ ھذا ما ظھر لی والعلم بالحق عند الحق المبین ۰ وبالجملۃ لقد طال الکلام فی ھذہ المسألۃ الثامنۃ ولعمری لم یخل عن فائدۃ عائدۃ بل اشتمل ولوجہ ربی الحمد علی غرر درر لم تنتظم ببنان البیان، ونفائس عرائس لم یطمثھن انس قبلی ولا جان ۰ وحاصل ما قررنا فیہ ان الوعد الابائی لا یؤثر مطلقا والرجائی مؤثر مطلقا الا اذا کان بعد الصلاۃ وظھر خلفہ، واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

یہ تمام مباحث وہ ہیں کہ ذہن فقیر پر فیضِ قدیر سے القا ہوئے۔ ہزار ہزار حسرت کہ کتب حاضرہ میں ان میں سے کسی صورت سے

اصلا تعرض نہ پایا یہی حال آئندہ مسئلہ سکوت کا ہے ناچار دونوں میں ان ابحاث کی احتیاج نے مونھ دکھایا حاشا احکام میں رائے زنی نہ ہمارا منصب نہ اُس پر اعتبار تمتبع اسفار و تلاحق انظار اولی الابصار ضرور درکار واللہ المستعان وعلیہ التکلان ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین اٰمین

مسئلہ ۹ منع یعنی دینے سے انکار دو قسم ہے ایک صراحۃً کہ صاف کہدے نہ دونگا یا اور الفاظ کہ ان معنے کو مؤدی ہوں

اقول منع ابائی کہ ہمنے اپنی تنبیہ چہارم میں ذکر کیا اسی قسم میں ہے کہ وہ خاص مدلول کلام ہے دوسرا دلالۃً یعنی اور کوئی امر کہ منع پر دلالت کرے درمختار میں اسکی مثال استہلاک سے دی یعنی پانی خرچ کر لینا یا پھینک دینا کہ اب دینے کی صلاحیت ہی نہ رہی حیث قال یطلبہ ممن ھو معہ فان منعہ ولو دلالۃ بان استھلکہ تیمم یونہی اگر بعض خرچ کر دیا اور باقی طہارت مطلوبہ کو کافی نہ رہا طحطاوی میں ہے او استھلک البعض والباقی غیر کاف **اقول** مطلوبہ کی قید ہمنے اسلیے لگائی کہ اگر نہا چکا اور مثلاً ہیشہ پر اتنی جگہ خشک رہی جسے ایک چُلّو پانی درکار ہے تو اگر ایک ہی چُلّو باقی ہے طہارت غسل کو کافی ہے اور اگر پورا نہانا ہے تو آدھا گھڑا بھی کافی نہیں۔ اور اگر اُس نے مانگا اور اُس نے اسے نہ دیا زید کو دیدیا تو یہ بھی حکماً استہلاک اور دلالۃً منع ہوگا یا نہیں **اقول** لہ اثرہ واذکر ماظہر لی بتوفیقہ جل وعلا وارجو انیکون صوابا انشاء اللہ تعالٰی اگر دوسرے کو اباحۃً دیدیا تو یہ منع ہے کہ صاف معلوم ہوا کہ اسے دینا نہ چاہا اور جسے مباح کیا وہ اسے دے نہیں سکتا کہ وہ اباحت سے مالک نہ ہوا اور اگر اُسکے ہاتھ ہبہ تامہ یا بیع کر دیا تو اگرچہ یہ اس خاص شخص کی طرف سے منع ہوا مگر یہ مسئلہ کہ دوسرے کے پاس پانی پایا بدستور متوجہ ہے کہ اب جو اُسکا مالک ہوا اگر ظن غالب ہو کہ یہ مانگے سے دیدیگا تو اس سے مانگنا واجب ورنہ نہیں اور اب اسکے عطا و منع میں وہ سب احکام عود کریں گے واللہ تعالٰی اعلم **ثم اقول** ظاہراً بلکہ انشاء المولٰی تعالٰی یقیناً منع دلالۃً کی تیسری صورت سکوت بھی ہے اس نے مانگا اور اُس نے صاف انکار تو نہ کیا مگر چپ ہو رہا تو حاجت کے وقت سکوت سے یہی سمجھا جائیگا کہ دینا منظور نہیں وقد تقدم قولہم فی مسألۃ المتیمم عن الماء فلم یخبرہ وھو یشمل السکوت وقد عبر عنہ فی الحلیۃ بالاباء اسکی نظیر سکوت مدعا علیہ ہے جب بطلب مدعی اُس پر حلف متوجہ ہوا اور قاضی نے اُس سے حلف طلب کیا وہ چُپ رہا یہ سکوت انکار سمجھا جائیگا جبکہ نہ سننے یا نہ بول سکنے کے باعث نہ ہو ولہذا مستحب ہے کہ قاضی اُس سے تین بار کہے اگر سکوت کرے حلف سے نکول ٹھہرا کر مدعی کو ڈگری دیدے تنویر الابصار و درمختار میں ہے (قضی) القاضی (علیہ بنکولہ مرۃ) حقیقۃً (بقولہ لا احلف او) حکما کان (سکت من غیر آفۃ) کخرس وطرش فی الصحیح سراج وعرض الیمین ثلثا ثم القضاء احوط ام قال ش ای ندبا **اقول** مگر استعمال قرائن ضرور ہے وہ اُسوقت حالت سائل ومسئول عنہ اور اُنکے تعلقات سے اُنپر ظاہر ہوتے ہیں یہ تو سکوت ہے قول صریح میں استعمال قرائن لازم ہے ایک ہی

بات حرف بحرف ایک ہی جملہ اور اُس سے کبھی اقرار مفہوم ہوتا ہو کبھی انکار۔ زید نے عمرو سے کہا تو نے اپنی عورت کو طلاق دی اُس نے نرم آواز دبے لہجے سے کہا مین نے طلاق دی یہ اقرار ہے طلاق ہوگئی اور اگر اُس نے ترش گرم ہو کر سخت آواز سے تعجب یا زجر و توبیخ کے لہجے مین کہا مین نے طلاق دی یہ انکار ہو طلاق نہ ہوئی الفاظ بعینہا وہی ہین اور حکم اثبات سے نفی تک بدل گیا یونہین اگر عورت نے کہا مجھے طلاق دے اس نے نہ مانا عورت نے پوچھا دی اس نے جھڑکنے کے لہجے مین سختی سے کہا دی طلاق نہ ہوئی ورنہ ہوگئی فتاوے امام قاضی خان مین ہے امرأۃ قالت لزوجھا طلقنی فابی فقالت دادی فقال دادم انکان فی قولہ دادم ادنی تثقیل لایقع الطلاق یونہین شوہر نے گواہوں کے سامنے عورت سے کہا اللہ ترا بھلا کرے تو نے مجھے مہر بخشدیا وہ بولی ہان مین نے بخشا ہان مین نے بخشا گواہون نے کہا کیا ہم گواہ ہوجائین کہ تو نے مہر بخشدیا بولی ہان گواہ ہوجاؤ ہان گواہ ہوجاؤ علما فرماتے ہین اُسکے یہ الفاظ اقرار و انکار دونون کو محتمل ہین گواہ اُسکی طرز سے پہچانین گے کہ تحقیق مقصود ہے یا طنز سے کہہ رہی ہے وجیز امام کردری کتاب النکاح فصل ۱۲ مین ہے قال لھا عند الشھود جزاک اللہ تعالی خیرا وھبت المھر فقالت آرے بخشیدم مرتین فقال الشھود لھا انشھد علی ھبتک فقالت مرتین آرے گواہ باشید فھذا یحتمل الرد والاجابۃ والشھود یعرفون ذلک ان قالت علی وجہ التقریر حملت علی الاجابۃ والا علی الرد فلھذا اگر قرینہ سابقہ یا حاضرہ یا لاحقہ دلالت کرے کہ یہ سکوت بروجہ منع نہ تھا تو حکم انکار مین نہ ٹھہریگا۔ قرینہ سابقہ یہ کہ اُسکی عادت معلوم ہے کہ سوال اگرچہ ملنے سکوت کرتا اور کام کر دیتا ہے تو جبتک دینا متحقق نہ ہو ایسے کا سکوت دلیل منع نہ ہوگا قرینہ حاضرہ یہ کہ اُسوقت وہ کسی امر عظیم مین مشغول ہے یا وظیفہ پڑھ رہا ہے یا پریشان ہے یا کسی بات پر سخت غصہ مین ہے کہ ان حالات کا سکوت دلیل منع نہین ہوتا قرینہ لاحقہ یہ کہ اُسوقت کی حالت سے تو کچھ ظاہر نہ ہوا مگر تھوڑی دیر بعد وقت کے اندر وہ پانی لے آیا اگرچہ یہ اتنی دیر مین جلدی کرکے اُسکی نگاہ سے جدا نماز تیمم سے پڑھ چکا ہو کہ وقت پر دینا صریح اجابت ہے تو منع کہ سکوت سے مفہوم ہوتا تھا صریح کے معارض نہ ہوگا فتاوے امام قاضیخان وغیرہا مین ہے الصریح یفوق الدلالۃ اور یہ نہ ٹھہرائین گے کہ وہ سکوت بغرض منع ہی تھا پھر رائے بدل گئی کہ یہ خلاف اصل ہے حلیہ مین ہے فان قلت من الجائز تبدل حال المسئول قلت الاصل عدم التبدل فیجری علیہ مالم یقم الدلیل علی خلافہ ولم یوجد

اقول تفصیل مقام بتوفیق العلام یہ ہے کہ سکوت کے بعد یا تو وہ اصلا نہ دیگا یا اُس نماز کا وقت نکل جانیکے بعد دیگا یا وقت مین دیگا مگر بعد اسکے کہ یہ تیمم سے پڑھ چکا یون کہ اسے تیمم کرتے اُس سے نماز پڑھتے دیکھا اور اُسوقت پانی نہ دیا یا اسپر مطلع نہ ہو کر دیا یا عین نماز مین دیگا یا نماز سے قبل۔ یہ چھ صورتین ہین ان مین پہلی کا حکم تو ظاہر ہے کہ دلالت منع کا کوئی معارض نہ پایا گیا بلکہ اُسکا ثبوت ہوگیا تو نماز و تیمم دونون صحیح رہے اور اخیر دو بھی قابل بحث نہین کہ جب ختم نماز سے

پہلے پانی مل گیا آپ ہی وضو کرکے پڑھنے کا حکم ہے اور چہارم کا حکم ابھی گزرا کہ اجابت ہے باقی دو صورتیں رہیں دوم وسوم ان میں ظاہر یہی ہے کہ منع پر سکوت کی دلالت مستقر ہوگئی کوئی قرینہ اُسکے معارض ہونا درکنار اُسکا مؤید پایا گیا نماز صحیح ہوئی اعادہ نہ ہوگا دوم میں یوں کہ حاجت ہر وقت متجدد ہوتی ہے جب اس حاجت کا وقت گزار دیا اور مانگے نہ دیا معلوم ہوا کہ اسوقت دینا منظور نہ تھا دوسری حاجت کے وقت دینا نہ اس سوال کی اجابت کرے نہ اسکے وقت قدرت کا اثبات۔ اسوقت عجز ظاہر تھا اور وقت حاجت سوال پر سکوت نے ظن منع دیا تھا اسکی حاجت اسکا سوال اسکا ظن سب وقت حاضر کی نسبت تھے دوسرے وقت دینے نے اس ظن کو غلط نہ کیا بلکہ ثابت و محقق کردیا اور یہاں لاعبرۃ بالظن البین خطؤہ صادق نہ آیا ورنہ چاہیے کہ وہ مہینہ بھر بعد دے تو اسکی یہ ڈیڑھ سو نمازیں سب باطل ہوجائیں کہ بعد وقت جیسا ایک وقت ویسے ہی ہزار یہ حرج ہے اور دفع حرج لازم اور اسکی طرف سے تقصیر نہیں کہ اسکے قابو میں سوال ہی تھا یہ اُسے بجالا چکا محیط و بحر سے ابھی گزرا جازت صلاتہ لانہ فعل ما علیہ حلیہ سے گزرا فعل ما فی وسعہ قبل الفعل فیقع جائزا دفعا للحرج فلا ینقلب غیر جائز اور سوم میں یوں کہ اس دینے سے بھی قدرت مقتصرہ ثابت ہوگی یعنی وقت عطا سے نہ مستندہ یعنی سابق سے کہ مانگنے پر اُسکا چپ رہنا اور اسے تیمم کرتے اور نماز تیمم سے شروع کرتے دیکھنا اور اب بھی خاموش رہنا اسکے عجز کو مؤکد کرگیا اب قدرت جدیدہ اُسے نقض نہ کرے گی ولوالجیہ و حلیہ سے گزرا انہ اذا ابی تأکد العجز فلا تعتبر القدرۃ بعد ذلک بدستور اسکے قابو میں سوال تھا اُسے یہ بجالایا اب اسپر الزام نہیں جیسا کہ ابھی محیط و بحر و حلیہ سے گزرا اگر کہیے وہ کہ مانگ کر چلا آیا اور جلدی کرکے اُسکی نگاہ سے جدا مثلاً اپنے خیمہ میں تیمم سے پڑھ لی اُسکے ذمہ بھی سوال ہی تھا جسے بجالایا اُسپر کیوں الزام ہے **اقول**[۳۲۹] سوال مطلوب بالذات و منتہائے مقصد نہیں کہ سوال کرلیا اور عہدہ برا ہوگئے جواب کچھ بھی ہو بلکہ وہ بغرض استکشاف حال ہے کہ جواب سے منع و اجابت جو ظاہر ہو اُسپر عمل کیا جائے یہاں عطا بروقت سے اجابت ظاہر ہوئی **کما تقدم** تو مجرد سوال کرلینا اُسے بری الذمہ نہ کریگا الا تری از الحلیۃ جعلت تأکد العجز عبارۃ اخری عن ہذا المعنی اعنی فعل ما فی وسعہ کما تقدم فی المسألۃ السابعۃ بخلاف صورت دوم وسوم کہ وہاں منع ظاہر ہوا کما تقرر اور بخلاف اُس صورت کے کہ جسے پانی کی خبر ہونا گمان کیا اُس سے پوچھا اُس نے سنا اور جواب نہ دیا بعد نماز بتایا کہ سوال خبر پر جواب نہ دینا بعینہ ترک اخبار ہے اور سوال شی پر سکوت بعینہ انکار عطا نہیں جسکی وجوہ اوپر گزریں وباللہ التوفیق واللہ تعالٰی اعلم۔ **ثم اقول**[۳۳۰] یہ سب اُس صورت میں تھا کہ اس نے مانگا اور اُس نے سکوت کیا تھا اور اگر اُس نے پانی دیکھا اور اصلاً نہ مانگا اور اُسے بعد خروج وقت اسکی حاجت پر اطلاع ہوئی اور پانی لالایا اس صورت میں بلاشبہہ مظنون ہے کہ اگر یہ مانگتا ضرور دیتا اور تقصیر اسکی طرف سے ہے کہ سوال نہ کیا تو ایک یا جتنی نمازیں

پڑھیں سب کا اعادہ چاہیے نمبر ۱۵ میں محیط سے گزرا لو تحرم صلاتہ لانہ کان قادرا علی استعمالہ بواسطۃ السؤال
فاذا لم یسألہ جاء التقصیر من قبلہ علیہ سے ابھی گزرا فانہ لم یستفرغ الوسع بالاستکشاف (۳۲۹۱) بلکہ اگر وہ ملے
دیکھتا رہا کہ تیمم سے پڑھتا ہے اور باوصف اطلاع پانی نہ دیا یا بعد وقت دیا جب بھی یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ مانگنے پر بھی نہ دیتا تو بلا
نہ دینا ظن منع کی تحقیق نہیں کرتا منع یہ ہے کہ مانگنے سے نہ دے اور بارہا ہوتا ہے کہ لوگ بے مانگے خود پرواہ نہیں کرتے اور
مانگا جائے تو دیدیں بلکہ یہاں دوسرے وقت بے طلب دینے سے یہی پہلو رجحان پاتا ہے کہ مانگتا تو ضرور دیتا بخلاف صورت
سکوت کہ یہ سوال کر چکا تھا اور اُس نے اُس وقت نہ دیا تو ظاہر ہوا کہ دینا منظور نہ تھا زیادات وجامع امام کرخی وبدائع وحلیہ
میں ہے اذا غلب علی ظنہ انہ لا یعطیہ او شک مضی علی صلاتہ فاذا فرغ سألہ فان اعطاہ توضأ واستقبل الصلاۃ
لانہ ظھر انہ کان قادرا لان البذل بعد الفراغ دلیل البذل قبلہ وان ابی فصلاتہ ماضیۃ لان العجز
قد تقرر اھ **اقول** (۳۲۹۲) تقریرہ ان الاصل فی الماء الاباحۃ والحظر عارض کما قالوہ فی الحلیۃ وغیرھا
فی دلیل قول الامام اذا وعدہ احد اعطاء الماء یجب الانتظار وان فات الوقت وانما یمنع لحاجۃ
(۳۲۹۳) او شح وقد ظھر انتفاؤھما ببذلہ الاٰن فظھر انہ لو سئل قبل لبذل لان خصوصیۃ الوقت ملغاۃ بل تأخر
الوقت ادل علی البذل قبلہ اذ لو کان محتاجا الیہ قبل لانفقھا ولبقی محتاجا الیہ الاٰن فاذا کان ھذا فی
البذل بعد السؤال وقد ارسلوہ ارسالا ولم یقیدوہ بما اذا لم یرہ یصلی متیمما فالبذل بدون سؤال
اولی کما لا یخفی واللّٰہ تعالٰی اعلم اھ (۳۲۹۴) بیان ۲ صورتیں وعدہ کی ہیں ایک یہ کہ نماز سے پہلے اسکے سوال پر خواہ بطور خود
اُس نے پانی دینے کا وعدہ کیا اور بعد خروج وقت دیا یا اُس وقت کہ یہ تیمم کرکے پڑھ چکا تھا خواہ اُس نے اسے دیکھا
یا نہ دیکھا ان میں کوئی صورت محل بحث نہیں کہ وعدہ کو ہمارے علما نے خود ہی موجب قدرت جانا ہے وقت میں اُسے تیمم
سے نماز جائز ہی نہیں خواہ وہ پانی کبھی دے یا کبھی نہ دے مگر باتباع امام زفر اخیر وقت تیمم سے پڑھیگا اُسکے خود اعادہ کا حکم
ہے دوسرے یہ کہ بعد نماز وعدہ کیا اور بعد خروج وقت دیا تنبیہ ۴ میں گزرا کہ اسکا نماز پر کچھ اثر نہ ہونا چاہیے **بالجملہ** (۲)
نماز کے بعد وقت کے اندر دینے میں مطلقاً (ع) نماز کا اعادہ ہے مگر یہ کہ نماز سے پہلے یا بعد انکار کرکے دیا یا پہلے سکوت کیا اور
اسے تیمم کرتے اور تیمم سے نماز پڑھتے دیکھا اور اُس وقت بھی ساکت رہا بعد نماز دیا کہ یہ بھی حکماً مطالبہ منع ہوا اور
عنقریب آتا ہے کہ وہ مفید نہیں اور بعد خروج وقت دینا مطلقاً (ع) مبطل نماز نہیں مگر اُس حالت میں کہ اس نے دیکھا اور اصلا
نہ مانگا اور اُس نے بعد وقت دیدیا یہ تمام مباحث اول تا آخر سوائے حرف استہلاک کہ درمختار میں مصرح تھا اس فقیر
بارگاہ رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ نے تفقہاً ذکر کیں فلیراجع ولیحرر فان اصبت فمن ربی ولہ الحمد وان

مسئلہ: مطلقاً مبطل نماز نہ ہونا کہ کسی صورت وعدہ پر پانی دینے مبطل نماز نہیں وہ خود بھی باطل تھی

مسئلہ: وعدہ کی سب صورتیں کہ وہ نماز خود ہی باطل تھی

فائدہ ۱

فائدہ ۲

اخطأت فمنی ومن الشیطان واللّٰہ ورسولہ عنہ بریئان جل وعلا وصلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم واللّٰہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ: منع کے بعد دینا مفید نہیں، کما فی الزیادات وصدر الشریعۃ والغنیۃ وغیرہم۔

۳۲۹۷ **اقول** اسکی تفصیل یہ ہے کہ اگر اس نے نماز سے پہلے مانگا اور اُس نے انکار کردیا پھر نماز سے پہلے ہی دیدیا خواہ بطور خود یا اسکے دوبارہ مانگنے پر خواہ یہ دوبارہ مانگنا تیمم سے پہلے ہو یا بعد ہر حال میں یہ دینا مفید و معتبر ہے کہ اس عطا نے اُس منع کو منسوخ کردیا اگر تیمم کرچکا ہے ٹوٹ گیا وضو کرکے نماز پڑھے اور اگر نماز سے پہلے انکار کیا اور نماز کے بعد دیا آپ یا اسکے مانگنے پر تو یہ دینا معتبر نہیں کہ اُسکے انکار کے سبب عجز متحقق اور تیمم جائز اور نماز صحیح ہوچکی اور قاعدہ شرعیہ ہے کہ من سعی فی نقض ماتم من جہتہ فسعیہ مردود علیہ جب انکار سابق ہے تو عطائے لاحق قدرت سابقہ کیونکر ثابت کرسکتی ہے ہاں فی الحال قدرت ثابت ہوگی اب سے وقت تیمم ٹوٹیگا اور آئندہ کیلئے وضو کریگا اور اگر نماز سے پہلے انکار کیا اور عین نماز میں کہا لیلے نماز و تیمم دونوں جاتے رہے کہ اگرچہ قدرت سابقہ ثابت نہ ہوئی فی الحال تو ثابت ہوئی اور وسط نماز میں اگرچہ قعدہ اخیرہ کے بعد سلام سے پہلے متیمم کا پانی پر قادر ہونا نماز و تیمم کو باطل کرتا ہے کما تقدم عن الخانیۃ۔

مسئلہ: ۳۲۹۸ **اقول** دینے کے بعد منع مفید ہے اور اُسکا فائدہ صرف اسقدر ہے کہ تیمم اگر بوجہ عطا ناجائز ہوا تھا اب جائز ہوجائے اس سے زیادہ وہ عطا کے کسی اثر کو زائل نہیں کرتا مثلاً تیمم کے بعد اُس نے پانی دیا تیمم ٹوٹ گیا اب منع کرنے سے واپس نہ آئیگا یونہی اگر قبل تمام نماز دیا یا بے سبقت منع بعد نماز وقت میں دیا نماز جاتی رہی اب منع کرنے سے صحیح نہ ہوجائیگی اور اگر

۳۲۹۹ اُس عطا سے تیمم خود ہی ممنوع نہ ہوا تھا جب تو یہ منع کچھ بھی مفید نہ ہوگا کہ اسکا فائدہ اباحت تیمم تھا اور وہ پہلے سے حاصل ہے پھر اتنا فائدہ بھی اسوقت ہے جبکہ پانی ابھی خرچ نہ ہوا اور دینے والے کی ملک پر باقی ہو اور لینے والا اُس میں تصرف سے ممنوع نہ ہو مثلاً پانی بطور اباحت دیا اگر یہ تیمم پہلے کرچکا تھا جاتا رہا ہنوز وضو پورا نہ کیا تھا کہ اُس نے منع کردیا اب اُس پانی کا استعمال جائز نہ رہا یونہی اگر پانی ہبہ کیا تھا اور ابھی اسکا قبضہ نہ ہوا تھا کہ اُس نے منع کردیا کہ ہبہ قبل قبضہ ناتمام تھا اور اُسکو منع کا اختیار حاصل ہوا اور اس صورت میں بھی تیمم اگر پہلے کرچکا تھا زائل کہ مجرد اباحت آب بلکہ نرا وعدہ ناقض تیمم ہے نہ کہ ہبہ ہاں اگر یہ قبضہ کرچکا تو اب اُسکا منع بیکار ہے کہ اُسکی ملک زائل ہوچکی اور اب رضا یا قضاءً اُسے رجوع کا اختیار نہیں۔ ۳۳۰۰ بخلاف اُس صورت کے کہ پانی اسکے ہاتھ بیچا اور بائع نے اپنا خیار شرط کیا تھا اور یہ ابھی پانی استعمال نہ کرنے پایا تھا کہ اُس نے بیع فسخ کردی کہ یہاں اسے اختیار تصرف پہلے ہی سے نہ تھا تیمم سابق باقی رہا کہ بیع میں جب بائع کا خیار شرط ہو مبیع نہ اُسکی ملک سے خارج ہو نہ مشتری کو اُس میں تصرف جائز اگرچہ باذن بائع قبضہ کرچکا ہو ہدایہ میں ارشاد فرمایا خیار البائع یمنع خروج المبیع عن ملکہ ولا یملک المشتری التصرف فیہ وان قبضہ باذن البائع اور جب وہ شرعاً اُس میں تصرف سے ممنوع ہے تو پانی پر قدرت ثابت نہ ہوئی

اور تیمم بحال رہا کما قدمنا فی نمرۃ ۱۴۷ و ۱۶۱ تو اس منع نے کوئی نیا فائدہ نہ دیا فتح القدیر نواقض تیمم میں ہے والمراد من القدرۃ اعم من الشرعیۃ والحسیۃ حتی لو رأی ماء فی حب لا ینتقض تیممہ وان تحققت قدرۃ حسیۃ لانہ انما ابیح للشرب اھ **اقول** والمراد ما یجمعہما معًا ای لابد من اجتماع کلا القدرتین کما یستغرق العام الاصولی افرادہ حتی لو کانت احدٰھما لم تکف وان کان المتبادر من تلک العبارۃ کفایۃ احدٰھما لان العام یتحقق فی ضمن ای خاص کان **فائدہ** پانی پر قدرت ہوتے ہوئے بوجہ ممانعت شرعیہ حکم تیمم کی تین صورتیں اوپر گزریں سبیل کا پانی کہ پینے کیلئے ہو۔ وہ پانی کہ کسی کو ہبہ کرکے اُس سے بطور امانت لے لیا وہ پانی کہ ملک فاسد سے اُسکا مالک ہوا وہ دو امام محقق علی الاطلاق نے ذکر فرمائیں اور تیسری محقق زین نے بحر میں۔ یہ چوتھی فقیر نے اضافہ کی کہ وہ پانی کہ بشرط خیار بائع خریدکر اُسپر باذن بائع قابض ہوا جبتک خیار جاکر بیع تام نہ ہوجائے اُس سے وضو وغیرہ کچھ جائز نہیں **اقول** اور انھیں پر حصر نہیں گزشتہ نمبروں میں اسکی بہت صورتیں تھیں مثلاً (۱۱) فاسق کا خوف (۴۴) مال امانت پر خوف (۴۷و۴۸) کسی مسلمان یا جانور کی پیاس کا خیال (۵۰) نجاست دھونے کی ضرورت (۵۲) خاص لوگوں کی طہارت پر وقف اور یہ اُن میں نہیں (۵۳) ملک غیر جسمیں یہ صورت چہارم بھی داخل (۵۴) نہانا ہے اور ستر نہیں (۵۵) عورت کو وضو کرنا ہے اور ستر نہیں (۶۳) پانی باہر ہے اور عورت کے پاس چادر نہیں (۸۴) سواری سے اُتارنے چڑھانے کو محرم نہیں (۸۶) اُترنے سے زخم کا سیلان نماز میں رہیگا (۸۷) پانی سے طہارت کسی مؤکد کو بے بدل فوت کریگی (۱۰۱) فاسق کے آجانیکا اندیشہ (۱۴۲) کپڑے بھیگ کر بے ستری ہوگی (۱۴۳) پانی مسجد میں ہو اور یہ جنب (۱۶۰و۱۶۱) مزاحمت پدر سے احتراز (۱۶۴ تا ۱۶۶) خنثی وانثی و ذمیت کا تیمم ایسی یہ اور تین وہ کہ نمبر (۵۱ و ۱۴۸ و تنبیہ بعد نمبر ۱۶۱) میں گزریں چوبیس ہوئیں اور پچیسویں یہ صورت کہ جنب نہایا اور بدن کا کچھ حصہ دھونے سے رہ گیا پانی ختم ہوگیا تیمم کیا پھر حدث ہوا اُسکے لیے تیمم کیا اب اسپر دو واجب ہیں جو حصہ نہانے میں رہ گیا تھا اُسکا دھونا اور تیمم جنابت کے بعد حدث ہوا ہے لہذا اُسکے لیے وضو کرنا اب اس نے پانی پایا جس سے وہ حصہ دھل سکتا ہے یا وضو کرے تو وضو ہوسکتا ہے مگر مجموع کیلئے کافی نہیں اسے حکم ہے کہ وہ حصہ دھوئے اور امام ابو یوسف کے نزدیک حدث کا تیمم نہ جائیگا کہ پانی اگرچہ اُسکے لیے کافی تھا مگر شرعًا یہ اُس سے وضو نہ کرسکتا تھا کہ اُسے اُس باقی حصے میں صرف کرنا واجب تھا یہ مسئلہ ہمنے اپنے رسالہ الطلبۃ البدیعہ کے آخر میں مفصل ذکر کیا ہے وہاں دیکھا جائے وقد رجحنا فیہا قول محمد **مسئلہ ۲۱۲** افروریہ **اقول** یہاں دو مسئلے ہیں ایک یہ کہ پانی قریب ہونے کا ظن غالب ہو تو طلب یعنی تلاش واجب ہے بے تلاش تیمم جائز نہیں دوسرا یہ کہ کسیکے پاس پانی معلوم ہوا اور ظن غالب ہے کہ مانگے سے دیدیگا تو طلب یعنی مانگنا واجب ہے بے مانگے تیمم جائز نہیں پہلے مسئلہ کی نسبت شرح تعریف رضوی کے فائدہ پنجم میں ہم تحقیق

کرائے کہ یہ وجوب بمعنی اشتراط ہے یعنی تلاش کرلینا شرط صحت تیمم ہے بے اسکے تیمم و نماز مطلقًا فی الحال باطل اگرچہ بعد کو بھی
ظاہر ہو کہ پانی نہ تھا وقد اخذ بہ السادۃ الجلۃ ابو السعود و ط و ش فی حواشی الکنز والدر علی مانص علیہ فی الخانیۃ
ان لو صلی بتیمم وثمہ من یسألہ ثم اخبرہ بالماء اعاد والالا کما فی الدر وقد منا فی المسألۃ السابعۃ عزوہ للمحیط
والحلیۃ والزیلعی والبدائع ایضا بان فی البحر عن السراج لو تیمم من غیر طلب کان الطلب واجبا وصلی ثم طلب
فلم یجد وجبت علیہ الاعادۃ اھ ومفادہ ان تجب الاعادۃ ھنا وان لم یخبرہ اھ ھذا لفظ ش ومثلہ فی ط
وفتح اللہ المعین **اقول** رحمھم اللہ تعالٰی ورحمنا بھم این ھنا وجوب الطلب کیف یجب وھو لایدری
ان الماء قریب ام لا فضلا عن غلبۃ الظن بالقرب انما الواجب ھنا السؤال عمن یظن ان عندہ علم بحال
الماء وفرق بین بین المسألتین فان من ظن القرب فقد ظنہ قادرا علی الماء فبطل تیممہ مالم یطلب
قبل التیمم فیظھر خطؤ ظنہ اما من ظن ان عند ھذا علما بحال الماء فھو لایدری انہ ان سألہ یخبرہ بقرب
الماء او بعدہ فلم یکن للقرب حظ من الظن فلم یوجد معارض لعجزہ الظاھر فصح تیممہ وتمت صلاتہ الا ان
یظھر القرب فتجب الاعادۃ لان التفریط جاء من قبلہ بترک السؤال کلام دوسرے مسئلہ میں ہے کہ یہاں بھی
وجوب اُسی معنی اشتراط پر ہے کہ بحال ظن عطا اگر بے مانگے تیمم کرلے سرے سے صحیح ہی نہ ہو اور نماز باطل ہو اگرچہ بعد کو نہ دینا بھی
ظاہر ہو یا ایسا نہیں عجب ہے کہ یہاں عبارات جانب مبنی افادۂ اشتراط پر آئیں اور جانب حکم صحت تیمم و نماز بہ ادھر کافی و
و غنیہ و خزانۃ المفتین و نہایہ و حلبی و خزانہ و برجندی کی عبارتیں جنہیں تیمم کی نسبت لایجوز ہے مثلًا لایجوز التیمم قبل
الطلب اگر معنے نفی حل کو محتمل بھی رکھی جائیں تو امام صفار و قدوری و ہدایہ و تبیین و منیہ و غنیہ و ہروی علی الکنز کے نصوص
جن میں صراحۃً لایجزئہ ہے مثلًا صلی بالتیمم قبل الطلب لایجزئہ قابل تاویل نہیں منیہ نے مسئلہ اولٰی سے اُسکی
تشبیہ امام صفار سے نقل کی کہ لایجزئہ قبل الطلب کما فی عمرانات انہیں کے قریب ہے مبسوط و شرح وقایہ و جواہر
اخلاطی وغیرہا کی عبارتیں جن میں عدم جواز بہ نسبت نماز ہے کہ ان لم یطلب وصلی لم یجز ولفظ الجواھر شرع فی
الصلاۃ قبل الطلب لایجوز بحث علامہ ابرہیم حلبی سے گزرا لاتصح الصلاۃ بل انہ حلیہ میں زیر مسئلہ جنب وجد
الماء فی المسجد اسی مسئلہ سوال ان رفیق پر تفریعات میں فرمایا وحیث یجب لایصح تیممہ الابعد المنع جن سے
لازم کہ بے مانگے تیمم ہو گا ہی نہیں تو نماز مطلقًا باطل ہو گی اگرچہ بعد کو ظن عطا کی خطا ظاہر ہو جائے کہ مانگے سے نہ دے
ادھر مسئلہ پنجم میں زیادات و جامع کرخی و محیط سرخسی و خلاصہ و وجیز و شرح وقایہ و حلیہ و عالمگیریہ و بحر اور مسئلہ ہفتم میں
حلیہ و صدر الشریعۃ و غنیہ و بحر سے روشن ہوا کہ سرے سے بطلان نماز کا حکم صحیح نہیں صحیح و معتمد و ظاہر الروایۃ یہی ہے

کہ صرف غلبہ ظنِ عطا سے نہ تیمم باطل ہو نہ نماز اگر ظنِ عطا کی خطا ظاہر ہو دونوں صحیح و تام ہیں۔ کتب حاضرہ میں اس صاف تعارض کی طرف کوئی توجہ مبذول نہ ہوئی وانا **اقول** (۳۳۰۶) وباللہ التوفیق مخلص وہی ہے کہ ہمنے تاویل روایت نادرہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی میں ذکر کیا بحالِ ظنِ عطا حکم ظاہر و حاضر عدمِ صحتِ نماز ہے مگر یہ کہ بعد کو مانگے اور نہ دے اور بحالِ شک وظنِ منع حکم ظاہر و حاضر صحت ہے مگر یہ کہ بعد کو مانگے سے یا آپ دیدے بالجملہ اول میں فساد اور ثانی میں صحت کا حکم حکم موقوف ہے ظہور خلاف نہ ہو تو رہیگا ورنہ بدل جائیگا جیسے صاحبِ ترتیب کو فائتہ یاد اور وقت میں وسعت ہے اور وقتیہ پڑھلی اسکے فساد کا حکم دیا جائیگا مگر فساد موقوف اگر قبل قضائے فائتہ چار وقتیہ اور پڑھ لیگا اور سب میں پچھلی کا وقت نکل جائیگا سب صحیح ہو جائینگی اور اگر اس بیچ میں فائتہ کی قضا کر لیگا تو اُس سے پہلے ایک سے پانچ تک جتنی وقتیہ پڑھی تھیں سب کی فرضیت باطل ہو کر نفل رہ جائیں گے کما ھو مصرح بہ فی محلہ رہا فرق کہ پہلے مسئلے میں اُسکے ظن کا اعتبار رہا اگرچہ واقع اُسکے خلاف ہوا اور یہاں نہیں اسکی کیا وجہ ہے **اقول** (۳۳۰۷) قریب پانی شرعاً مقدور ہے تو ظنِ قرب میں ظنِ قدرت ہے اور ظنِ متحقق بیقین تو قدرت معلوم تو تیمم شرعاً معدوم اور معدوم صحیح نہ ہو جائیگا بخلاف ظنِ عطا کہ عجز معلوم اور ظن اسکا ہے کہ اگر مانگوں تو دیدیگا اور قدرت نہ ہوگی مگر بعد عطا تو یہ اسکا ظن نہ ہوا کہ قدرت ہے بلکہ اسکا کہ آئندہ ہو سکتی ہے **نظیرہ** ما قدمناہ فی مسألۃ الوعد ووجدنا التصریح بہ فی مسألۃ الرجاء الکافی والکفایۃ لہذا یہ ظن مناطِ حکم نہ ہوا مگر جبکہ واقع نہ ظاہر ہو کہ ہنگام فوات ذریعہ علم فقہیات میں ظن معمول بہ ہے اور ایک توجیہ مع اشارہ تضعیف افادہ نہم میں گزری کہ جبتک علم متیسر ہو ظن پر عمل نہیں فتح القدیر بحث استقبال میں ہے المصیر الی الدلیل الظنی وترک القاطع مع امکانہ لایجوز مسئلہ قرب و بعد میں تحصیل علم بے وقت متیسر نہیں لہذا ظن پر مدار رہا اور مسئلہ عطا و منع میں متیسر لہذا ظن معتبر نہ ہوا مگر جبکہ درکِ حقیقت نہ ہو اشرت الی الضعف بقولی یمکن ازیوجہ **اقول** (۳۳۰۸) ووجہ ضعفہ انہ یوجب السؤال عند ظن المنع ایضا فیکون ترجیحا للثانی من اقوال المسألۃ السادسۃ وانما الراجح بل الراجع الیہ الکل بالتوفیق ھو القول الثالث ان لاوجوب الا عند ظن العطاء **فان قلت** اذن ما الجواب عما مر من منع العمل بالظن مع تیسر تحصیل العلم **اقول** (۳۳۰۹) لاتیسر اذا لم یظن العطاء لان السؤال ممن یمنع ذلۃ شدیدۃ وھی مظنونۃ ھنا او محتملۃ علی سواء وقد نھی الشرع المطھر المؤمن عن عرض نفسہ للذل **فان قلت** (۳۳۱۰) اذن یجب ادارۃ الامر علی ظنہ فی ظن المنع لتعسر تحصیل العلم فتصح صلاتہ وان اعطی بعد فیترجح ما فھمہ المحقق من تفریعاتہم فی الخلاصۃ وغیرھا کما مر فی المسألۃ الخامسۃ **اقول** (۳۳۱۱) قد کان الاصل ایجاب السؤال لتیسرہ فی نفسہ وانما رفع عنہ لعارض فاذا ظہرت الحقیقۃ علمت

علمها و زوال ما كان لعارض و هو اقامة الظن مقامها كما تقدم عن صدر الشريعة و هذا ما وعدنا تمامه من ان للكلام تتمة ۔ هذا كله ما ظهر لقلبي و العلم بالحق عند ربي ان ربي بكل شیء علیم ۔ و صلی اللہ تعالی علی الحبیب الکریم و اٰلہ و صحبہ اولی التکریم ۔ و الحمد للہ رب العٰلمین۔ یہ ہیں وہ مسائل جنکا بیان ہمیں منظور تھا (**ذکر قوانین**) یہ مسائل بفضلہ تعالی ایسی وجہ پر بیان ہوئے کہ فہیم ذی علم ان سے خود وضع قانون بھی کرسکتا ہے اور قوانین موضوعہ کی جانچ بھی اور یہ کہ خلافیات میں وہ کس کس قول پر مبنی ہیں اور اقوال منقحہ پر کیا ہونا چاہیے ۔ یہ معیار پیش نظر رکھکر قوانین علما مطالعہ ہوں **الاول القانون الصدری** الامام صدر الشریعة نقل اولا عن المبسوط ان لم یطلب و صلی لم یجز لان الماء مبذول عادة و عن موضع اٰخر منه علیه ان یسأل الاعلی قول حسن بن زیاد فان السؤال ذل و نقول ماء الطهارة مبذول عادة ثم عن الزیادات ما تقدم فی المسألة الثالثة من انه یقطع الصلاة ان ظن العطاء و الا لا و ادرج فیه ما مر فی المقام الثانی من وجوب السؤال فی الشك ایضا فان رأی خارج الصلاة لان العجز مشکوك قال ثم قال فی الزیادات فاذا فرغ من صلاته فسأله فاعطاه او اعطی بثمن المثل و هو قادر علیه استأنف الصلاة و اذا ابی تمت صلاته و کذا اذا ابی ثم اعطی لکن ینتقض تیممه الاٰن ثم قال رحمه الله تعالی اقول اذا ردنا ان تستوعب الاقسام کلها فاعلم انه اذا رأی الماء خارج الصلاة و صلی و لم یسأل بعد الصلاة لیظهر العجز و القدرة فعلی ما ذکر فی المبسوط سواء غلب علی ظنه الاعطاء او عدمه او شك فیهما و هی مسألة المتن و اذا رأی فی الصلاة و لم یسأل بعدها فکذا و ان رأی خارج الصلاة و لم یسأل و صلی ثم سأله فان اعطی بطلت صلاته و ان ابی تمت سواء ظن الاعطاء او المنع او شك فیهما و ان رأی فی الصلاة فکما ذکر فی الزیادات لکن یبقی صورتان احدهما انه قطع الصلاة فیما اذا ظن المنع او شك فسأله فان اعطی بطل تیممه و ان ابی فهو باق و الاخری انه اذا اتم الصلاة فیما اذا ظن انه یعطی ثم سأل فان اعطی بطل صلاته و ان ابی تمت لانه ظهر ان ظنه کان خطاء بخلاف مسألة التحری الی اٰخر ما تقدم فی الافادة الخامسة عشر **قوله** العجز مشکوك) تقدم ما فیه **قوله** فاذا فرغ من صلاته) **اقول** لم ینقل عبارة الزیادات متسقة فان تعین فیها مرجع فرغ الی من ظن منعا او شك فذاك و الا فهو للمصلی مطلقا لا سیما و قد وقع بعد قوله و ان غلب علی ظنه انه یعطیه فیشمل الصورة الاخری التی ذکر رحمه الله تعالی فلتحرر **قوله** و کذا اذا ابی ثم اعطی **اقول** الکلام فیما بعد الصلاة لکن البطلان انما تلزم فی العطاء سواء کان الاباء قبل الصلاة

قانون امام صدر الشریعة

قوانین العلما

كما اذا سأل قبلها فابى فتيمم فصلى ثم اعطى بسؤاله اوبلا سؤال او بعد الصلاة تمم كما اذا علم فيها فقطعها ثم سأل فابى ثم اعطى بسؤاله الاخر

اوبغيره مضت الصلاة فى الوجهين اما لوكان العطاء قبل تمام الصلاة بعد الاباء فانه ينسخ الاباء

مطلقا كما قدمنا فى المسألة العاشرة **قوله** فعلى ماذكر فى المبسوط) اى لم تجز صلاته لتركه

الطلب وجوز اخى چلپى ان يكون المراد بما فى المبسوط قول الحسن **اقول** انما يسند الى الكتاب

ما اعتمده الامام اورده ورده **قوله** وهى مسألة المتن) اعتاص هذا اللفظ على اخى چلپى فان فى المبسوط

عدم الجواز قبل الطلب وانه باتفاق ائمتنا الثلثة رضى الله تعالى عنهم ولفظ المتن قبل طلبه جاز

خلافا لهما فهما مختلفان حكما ورواية معا فكيف يقال ان ما فى المبسوط هى مسألة المتن فاوله بقوله

معناه ان الخلاف للمطلق ثابت فيها غاية ما فى الباب ان رواية المتن على خلاف رواية المبسوط فى

بيان الاختلاف اه ولاجل هذا اجوز ان يكون المراد به قول الحسن كى يحصل الوفاق بينه وبين حكم

المتن **اقول** كيف يصح لجزم الاتفاق فى مطلق الاختلاف جعل نقيضين واحدا وانما المعنى

ان الصورة المذكورة فى المبسوط هى المذكورة فى المتن وهى الرؤية خارج الصلاة وان اختلفا فيها

حكما ورواية **قوله** فكذا) اى لم تجز صلاته سواء ظن منحا اومنعا اوشك **قوله** وان رأى

فى الصلاة) **اقول** اى وسأل بعدها ليفارق المذكور سابقا ولانه المذكور فى الزيادات **قوله**

فكما ذكر فى الزيادات) **اقول** اى ان اعطاه استأنف وان ابى تمت ولم يقل ههنا فكذا كما قال

قبل لان ثمه ذكرا ولا ما هو مذكور فى المبسوط فاسنده اليه ثم صورة اخرى يوافقها فى الحكم فاحالها

عليه اما ههنا فذكر اولا ما ليس فى الزيادات فاذا اتى على ما فيها اسنده اليها ولم يفهم الكلام من فسره

بقوله اى الحكم على التفصيل المذكور وهو انه ان غلب على ظنه الاعطاء قطع الصلاة والا لا، اه

فان الكلام فيمن سأل بعد الصلاة وما ذا بقى له حتى يقال يقطع او يتم **قوله** لكن تبقى صورتان)

اقول الاخرى ان فرض تركها فى الزيادات فلم تترك فى كلامكم لان من رأى فى الصلاة وسأل

بعدها يشملها قطعا والاحالة على الزيادات للحكم لا للتصوير **قوله** احدهما) قال اخى چلپى يمكن

انفهامها من قوله وكذا اذا ابى ثم اعطى لانه صريح فى ان الاعطاء ناقض للاباء متمم فتامل اه

اقول قوله كذا اى تمت صلاته فاين فيه ان الاعطاء ناقض بل فيه ان الاعطاء بعد الاباء

هباء نعم لو قال يمكن انفهامها من قوله اذا اعطاه استأنف واذا ابى تمت فانه صريح الخ لاتجه و

ف۱: معروضة على عمدة الرعاية

ف۲: معروضة على اخى چلپى

ف۳: معروضة عليه

ف۴: تطفل على الكتاب

ف۵: تطفل على الامام صدر الشريعة

ف۶: معروضة على اخى چلپى

لعلہ سبق قلم ومن التقصیر[٣٣٢٢] قول من قال لاذکرلہما فی العبارات السابقۃ صریحاوان کان قول الزیادات وان ابی تمت یدل علی حکمہا باطلاقہ واشارتہ اھ فلم ترک قولہ اذا اعطی استانف لیدل علی حکم الوجہین فی الصورتین ثم[٣٣٢٣] ان کان فی قول الزیادات مرجع فرغ من صلاتہ للمصلی مطلقا لم یصح قولہ لاذکرلہما فی العبارات السابقۃ صریحاوان کان مرجعہ خصوص من ظن منعاً اوشک لم یصح قولہ باطلاقہ فان المباین لایدخل فی اطلاق مباینہ **فان قلت** لعلہ وزع فلمن ظن عطاء واتم الاشارۃ ولمن ظن منعا اوشک وقطع الاطلاق **اقول**[٣٣٢٤] ولا یصح فان القطع یباین الفراغ فاین الدخول فی الاطلاق۔ ھذا و**اقول**[٣٣٢٥] ضبط کل کلام ھذا الامام فی نصف سطر انہ ان لم یسأل اواعطاہ بطل مافعل من تیمم وصلاۃ وان ابی تم فالشرط الاول یشمل ما اذا لم یسأل فاعطی اولم یعط وما اذا سأل فاعطی ویبقی للثانی ما اذا سأل فلم یعط ویدل باطلاقہ علی انہ سواء فی کل ذلک ظن منعا اومنعا اوشک ورأہ خارج الصلاۃ اوفیہا فقطع اواتم وان اردنا زیادۃ ماقدم عن الزیادات زدنا فی الشرط الاخری لواعطاہ بعد الصلاۃ فیبقی العطاء فی الاولی مقیدا بما اذا لم یکن بعد الصلاۃ عقیب اباء ویبقی للثانیۃ شقان سأل فلم یعط او اعطی بعد الصلاۃ مسبوقا باباء ثم زدنا بعدہ سواء ظن منعا اومنعا اوشک غیر انہ ان ظن العطاء قطع الصلاۃ والا لا **اقول**[٣٣٢٦] ولایخرج منہ ما اذا سأل فلم یعط ولم یأب بل سکت وذلک لما قدمنا انہ ان اعطاہ بعد السکوت قبل ان یراہ یصلی بالتیمم لم یکن السکوت اباء فدخل فی الاول اعنی اعطاہ وان کان ھذا بعد الصلاۃ فلم یتقدمہ اباء وکان الحکم للعطاء دون السکوت والا کان اباء فدخل فی الثانی وکان الحکم للسکوت من جہۃ انہ دلیل المنع لکن **اولا**[٣٣٢٧] یبقی ما اذا سأل فلا اعطی ولا ابی بل وعد ثم اخلف فان کان ھذا الوعد قبل الصلاۃ او فیہا بطل تیممہ قطعا وان لم یعطہ ولم یدخل فی قولہ ان لم یسأل او اعطاہ لانہ سأل ولم یعط وکذلک ان وقع بعدھا واخترنا بطلانہا مطلقا وان قلنا کما ھو الظاہر واللہ تعالی اعلم ان الصلاۃ ماضیۃ ان ظہر خلفہ فہذہ صورۃ تمام الصلاۃ ولم تدخل فی قولہ ان ابی لان من وعد لا یقال انہ منع وابی الا ان یدعی ان الوعد عطاء فتدخل فی الاول ولکن یحتاج الی دلیل واین الدلیل بل الدلیل علی خلافہ کما بینا **فان قلت** بل نختار ان الوعد المخلف اباء فتدخل فی الثانی ولعل ھذا غیر بعید بالنظر الی مآل الیہ الامر **اقول**[٣٣٢٨] ان لم یجعل الوعد عطاء لم ینفع وان جعل لم یحتج الیہ وذلک لان الاخلاف انکار واباء مستند الی من حین وعد وردت المسألۃ

قوانین العلماء

الاولی حیث وعد قبل تمام الصلاۃ واخلف فقد اثم مع کونہ اباء وان کان اباء مقتصرا ای من حین اخلف ولم یکن اعطاء حین وقع وردت ایضا لانہ سأل ولم یعط فلم توجد شریطۃ الابطال فلم بطلت فلا محید الا بجعل الوعد عطاء بعینہ وھو خلاف المعقول المنقول واللہ تعالٰی اعلم **وثانیا** یکون ماء الطھارۃ مبذولا عادۃ فی کل مکان، بطلانہ غنی عن البیان، یعرفہ البلہ والصبیان، وشان المبسوط یجل عن ارادتہ فوجب ردہ الی ما فسرہ بہ الائمۃ الجلۃ ابوبکر الجصاص وابوزید الدبوسی وابونصر الصفار علیہم رحمۃ الغفار ان المراد موضع لایعز فیہ الماء فاذن کلام المبسوط حیث یظن العطاء فکیف یقال سواء غلب علی ظنہ الاعطاء او المنع او شک **وثالثا** السؤال مطلقا سواء ظن ظنا او شک واجب علیہ غیر مشترط لصحۃ الصلاۃ ام ھو شرطھا علی الثانی کیف صح الشروع فیھا بلا سؤال وکیف جاز المضی فیھا لمن ظن منعا او شک بل وکیف قلتم فیمن یظن العطاء یقطعھا وانما القطع لما انعقد وماذا نفع الفرق ھھنا بین ظن العطاء وغیرہ فترک الشرط مبطل مطلقا وکیف امضیتموھا اذا سأل بعدھا فابی وان کان یظن العطاء فان ما وقع باطلا لفقد شرط من شروط الصحۃ لاینقلب جائزا بعد کمن ظن قربہ ولم یطلب وصلی بالتیمم ثم طلب فلم یجد بطلت ایضا لما تقدم عن السراج الوھاج والجوھرۃ بل کیف یتأخر عنھا سؤال کان شرطا لھا والشرط لایتأخر عن المشروط وعلی الاول لم قلتم بطلت صلاتہ بترک السؤال بعدھا وان ظن منعا او شک فترک المرء بعض ما یجب علیہ لایفسد صلاتہ مالم یخل ذلک بشیئ من شروط صحتھا **فان قلت** کیف حکمتم ببطلان صلاتہ اذا ظن العطاء ولم یسأل فما منہ الا ترک ما لیس شرطا لصحۃ الصلاۃ **اقول** بلی شرط صحۃ الصلاۃ الطھارۃ وشرط طھارتہ ھذہ ظھور العجز وظھور العجز یزول بظن عطاء لم یظھر خلافہ فاذا ظن العطاء حکم بفساد صلاتہ موقوفا الی ان یظھر خلافہ فتصح اولا فتفسد باتا کما بینت اخر المسائل فاذا لم یسأل لم یظھر فثبت فسادھا لا لاشتراط السؤال بل لفقد ان ظھور العجز بخلاف ما اذا ظن المنع فانہ لم یوجد معارض لظھور العجز وھو ظاھر وکذا اذا شک لکونہ احتمالا لاعن دلیل فلا یعارض الظاھر کما حققت اخر المسألۃ السادسۃ وللہ الحمد **اقول ثم ھھنا** عدۃ اسئلۃ ترد علی ظاھر کلام الامام فی النظر الظاھر احببنا ان نوردھا ونردھا **الاول** جعلتم الشک فی الاعطاء والمنع شکا فی القدرۃ والعجز فاذن ظن المنع ظن العجز وقد قلتم ان غلبۃ الظن اقیم مقام حقیقۃ القدرۃ والعجز تیسیرا فاذا ظھر خلافہ لم یبق قائما مقامھا فقد افدتم انہ اذا لم یظھر خلافہ یبقی

قائمامقامها فلم قلتم ان من ظن المنع ولم يسأل بعد ولم يعطه صاحبه بطلت صلاته مع ان عنده ظن العجز ولم يظهر خلافه فيكون قائمامقام حقيقة العجز **الثاني** رأى الماء وهو يصلي وظن المنع فاتم فلما فرغ وجد صاحبه قد ذهب ولا يدرى مكانه فمتى توجبون عليه السؤال افي صلاته فيجب القطع وقد نهيتموه ام بعدها وقد ذهب وغاب فايجاب السؤال ايجاب المحال فوجب القول بادارة الحكم على ظنه **الثالث** اذا اوجبتم السؤال بكل حال، وان لم يسأل حكمتم مطلقا بالابطال، فلا شك ان ظنه بمعزل عن الحكم عند ترك السؤال، واذا سأل ظهرت الحقيقة وانسلّ الظن عن المجال، فمتى اقيم مقامها وماله الا الزوال، **اقــول**[۲۲۳۵] والجواب عن الكل في حرف واحد ان السؤال واجب مهما امكن فاذا تعذر دار الامر على الظن، وقوله فاذا ظهر خلافه ليس في الحكم حتى يؤخذ مفهومه بل في تعليل مسألة وكان الواقع فيها ظهور خلافه فبنى الامر عليه والله تعالى اعلم **الثاني القانون البحري**

قال رحمه الله تعالى اعلم ان المتيمم اذا رأى مع رجل ماء كافيا فلا يخلو اما ان يكون في الصلاة او خارجها وفي كل منهما اما ان يغلب على ظنه الاعطاء او عدمه او يشك وفي كل منها اما ان سأله اولا وفي كل منها اما ان اعطاه اولا فهي اربعة وعشرون فان كان في الصلاة وغلب على ظنه الاعطاء قطع وطلب الماء فان اعطاه توضأ والا فتيممه باق فلو اتمها ثم سأله فان اعطاه استأنف وان ابى تمت وكذا اذا ابى ثم اعطى وان غلب على ظنه عدم الاعطاء او شك لا يقطع صلاته فان قطع وسأل فان اعطاه توضأ والا فتيممه باق وان اتم ثم سأل فان اعطاه بطلت وان ابى تمت وان كان خارج الصلاة فان لم يسأل وتيمم وصلى جاز الصلاة على ما في الهداية ولا تجوز على ما في المبسوط فان سأل بعدها فان اعطاه اعاد والا فلا سواء ظن الاعطاء او المنع او شك وان سأل فان اعطاه توضأ وان منعه تيمم وصلى فان اعطاه بعده لا اعادة عليه وينتقض تيممه ولا يتأتى في هذا القسم الظن او الشك وهذا حاصل ما في الزيادات وغيرها وهذا الضبط من خواص هذا الكتاب ام وتبعه اخوه وتلميذه المدقق في النهر اثر عنه شروا قرّ **اقــول اولا**[۲۲۳۶] بل هي على ما سلك ست وستون تضمن كلامه بيان اربع وخمسين وبقيت عليه اثنتا عشرة وذلك لانه اما ان يراه في الصلاة او قبلها وعلى كل يظن العطاء او المنع او يشك فهي ست وفي كل منها احد عشر لانه اما ان يسأل قبل الصلاة او بعدها اولا ولا كيف وقد مر على هذا التقسيم في قوله قطع وطلب فلو اتم ثم سأل وفي قوله قطع وسأل وان اتم ثم سأل وفي قوله فان سأل بعدها وان سأل اى قبلها وقال فان لم يسأل اى اصلا (واعنى بالسؤال قبل الصلاة قبل تمامها سواء كان قبل شروعها او بقطعها اذا رآه فيها)

قانون [illegible] صاحب [illegible]

فائدہ المفاهيم [illegible] من مورد [illegible] وان التكلم [illegible] فقد يبغوا الكلام

قوانين العلم

فيه على ما وجد من الصورة فلا مفهوم له الا اذا دل على قصر الحكم عليه

فطعة [illegible]

وعلى كل من الاولين يعطي اولا وعلى الثالث يعطي قبل الصلاة او فيها او بعدها او لا اصلا فهي ثمان وواحدة منها تصير اربعا وهي ما اذا سأل قبلها فابى فانه اما ان يعيد السؤال بعدها او لا وعلى كل يعطى او لا فصارت احدى عشرة فبلغت ستا وستين وانا اصوّر لك احد الاسداس لتقيس عليها سائرها بان تضع ظن المنع مقام ظن العطاء ثم الشك فهي ثلاث وثلثون ثم تضع رأى قبلها مكان رأى في الصلاة فهي ثلاث وثلثون اخرى وهذه صورتها



ولم يذكر فيما اذا رأى في الصلاة الا السؤال قبلها وبعدها فبقى ان لا يسأل اصلا وصاحبه يعطيه قبل الصلاة وفيها وبعدها ولا فهي اربع على كل من صور الظنين والشك فكانت اثنتا عشرة لم يذكرها **فان قلت** لا فائدة في التشقيق بعد الاباء قبل الصلاة بانه سأل بعدها او لا وعلى كل اعطى او لا فان الحكم لا يختلف وهو صحة صلاته لان العطاء بعد الاباء غير مفيد كما مر في المسألة العاشرة **اقول** بلى فائدته اعطاء هذا الحكم الا ترى الى قوله في الضابطة فيما اذا رأى في الصلاة وكذا اذا ابى ثم اعطى وفيما اذا رأى خارجها فان منع واعطاه بعدها لا اعادة اه ولذا اخذه المحقق الحلبي في شقوق ضابطته كما سيأتي ان شاء الله تعالى وان فرض فالكلام على مسلكه رحمه الله تعالى وهو لم يعتبر في الاقسام تمايز الاحكام كما سيأتي وان سلمنا فهي ثمان واربعون ثمان في ست كما ترى وقد تضمن كلامه ستا وثلثين وترك اثنتي عشرة **وثانيا** نقل التوفيق عن الذخيرة عن الجصاص وهو التحقيق فارساله ما اذا كان خارج الصلاة ولم يسأل اصلا خلافية غير مقطوع فيها بقول كما لا ينبغي **وثالثا** قد مشى عليه فيمن رأى في الصلاة يقطع ان ظن العطاء والا لا وما بناه الا ذلك التوفيق انه يجب السؤال ان ظن العطاء

ولالاكما افدن منافقد مشی علی التوفیق ثم جعل الكل خلافیة وانما كان الوجه ان یحیل هذه ایضا علی الخلاف او یقطع القول فی تلك ایضا ورابعا [۳۳۴۱] قوله فیما اذا رأی خارجها فسأل فمنع فتیمم فصلی انه لایتأتی فیه الظن والشك فیه شك ای شك فان اراد عدم تأتیهما بعد المنع فالمنع لایختص بهذا القسم و ایضا لا تأتی لهما بعد الاعطاء ایضا بل اولی لانه تم الامر وفی المنع یحتمل ان یحمله علی حالة راهنة ویظن به عطاء او منعا او یشك فیما بعد ذلك وان اراد مطلقا وهو الظاهر من كلامه فعدم تأتیهما بعد المنع كیف یمنع تأتیهما قبله وقد [۳۳۴۲] جعل الاقسام اولا ستا یكون فی الصلاة او خارجها وعلی كل یظن عطاء او منعا او یشك ثم فصل كلامنا الی السؤال وعدمه والعطاء والاباء فكیف یخرج هذا من الظن والشك وان خرج كیف تصیر اربعا وعشرین وخامسا [۳۳۴۳] لاتخالف الرؤیة فی الصلاة وخارجها فی شیئ من الاحكام ولا اقسام الرؤیة فی الصلاة فیما بینها غیر انه یقطع ان ظن العطاء والا لا فما كان لیدخل فی الشقوق فیطول الامر وكان یجمع [۳۳۴۴] جمیع ما قاله بل مع الزیادة واحاطة الست المتروكة ان یقول من علم مع غیره ماء یكفی لطهره قبل الصلاة او فیها فان لم یسأل فعلی الخلاف وان سأل فان اعطی توضأ وان كان تیمم انتقض وان كان صلی بطلت وان منع تیمم او لم ینتقض او مضت ولا عبرة بالعطاء بعد الاباء فی الوجهین وسواء فی كل ذلك ظن عطاء او منعا او شك غیر انه ان ظن العطاء قطع الصلاة والا لا فهذا نحو ثلث سطور بیان الثلث كثیر وسادسا [۳۳۴۵] قوله فی خارج الصلاة ان لم یسأل وتیمم وصلی یرید به كما اشرنا الیه ما اذا لم یسأل قبلها ولا بعدها لانه سیذكرهما من بعد فهو مشتمل علی اثنی عشر قسما كما علمت یظن منحا او منعا او یشك وعلی كل یعطیه صاحبه قبل الصلاة او فیها او بعدها او لا اصلا ولا خلاف ان كان الا فی ثلاث منها وهی ما اذا لم یعط اصلا وهذا ایضا بشرط ان لا یوجد الوعد قبل تمام الصلاة والا المنع ونقض ابطل فلو اعطی قبل الصلاة وجب الوضوء وان كان تیمم انتقض او فیها وجب الاستئناف بعد التوضی او بعدها بطلت كل ذلك بالاجماع لان القدرة علی الماء تحصل باجماع اصحابنا رضی الله تعالی عنهم بالاباحة فكیف بالعطاء والعطاء عطاء وان لم یكن عن سؤال كما اذا كان عنده من یسأله فلم یسأل وصلی فاخبره مبتدئا او مجیبا اعاد مطلقا كما تقدم وقد احسن الدر اذ قال لو صلی بتیمم وثمه من یسأله ثم اخبره بالماء اعاد فلم یقل ثم سأله فاخبره لاجرم ان قال فی الجوهرة النیرة رأی رجلا معه ماء فلم یسأله فصلی ثم اعطاه بعد فراغ

فائدہ ۱ تطفل علی البحر

فائدہ ۲ تطفل علیہ

ضابطہ ۳ الضابطۃ البہیۃ مع زیادات فی قدر الثلث من ...

قوانین العلماء

عبارتہ

فائدہ ۴ تطفل علیہ

مسئلہ ۵ جنگل میں جس کے پاس پانی تھا ...

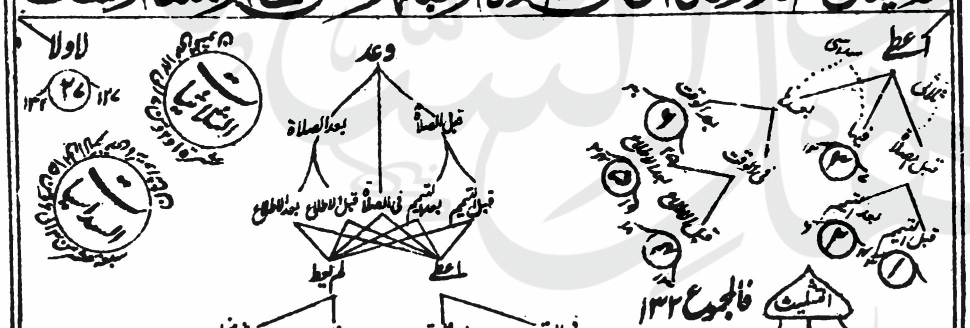
من غير سؤال توضأ واعاد وان لم يعط فصلاته تامة تامة ام فعلها خلافية مطلقا فهو يزيد فی تسعة من اثنی عشر ام ان اخذت المتروکات ایضا کما فعلنا ففی ثمانية عشر ای علی هذا التقسيم اما علی اخذ صور الوعد فکثير جدا کما يأتی **وسابعا** ترك صور الوعد والسکوت وفيها مباحث تهم فالاقسام علی ما سلك لا اربعة وعشرون ولا ستة وستون بل اربعمائة وستة وعشرون وذلك لانه اما ان يسأل قبل التيمم او بعده قبل الشروع فی الصلاة او فيها بقطعها او بعدها او لا اصلا فهی خمس ولا يکون الاول ولان الا بالعلم قبل الصلاة والبواقی تحتمل العلم فيها وقبلها فهی ثمانية وعلی کل تقدير يظن منحا او منعا او يشك فهی اربعة وعشرون۔ فريق السؤال منها ثمانية عشر وفريق عدمه ستة والسؤال قبل التيمم او بعده قبل الصلاة ثلاثی باعتبار الظنين والشك والسؤال فيها او بعدها کل سداسی باضافة کون الرؤية فی الصلاة او قبلها وصورة عدم السؤال تشمل الوجهين کما ستعرف **ثم علی کل سؤال** اما ان يعطی من فوره وهو العطاء العاجل او يعد او يسکت او يابی وبعد کل من الثلثة اما ان يعطی وهو العطاء الاجل اولا واذا لم يعط فی الوعد فاما ان يظهر خلفه اولا کما قدمنا فی التنبيه الخامس ففی کل سؤال ثمانية وجوه فاما العطاء العاجل فلا يفارق السؤال فی زمانه والاجل فی غير الوعد يحتمل ان يکون قبل التيمم او بعده قبل الصلاة او فيها او بعدها فی الوقت قبل الاطلاع علی تيممه وصلاته او بعده او بعد الوقت اما فی الوعد فلا الا وجهين وهما العطاء فی الوقت او بعده لان الوعد يوجب الانتظار الی خروج الوقت فما اوعد لم يکن له ان يتيمم او يصلی بدء او عودا اذا عرفت هذا فاذا کان السؤال قبل التيمم وبلغ الکل ثمانية صار بتسديس کل عطاء اجل فی غير الوعد وتثنيته فيه مع اربعة وجوه عدم العطاء ووجه واحد للعطاء العاجل تسعة عشر ولکونه ثلاثيا سبعة وخمسين واذا کان بعده قبل الصلاة خرج الاول من ستة العطاء الاجل وهو العطاء قبل التيمم فهو فی کل من السکوت والاباء خمسة سادسها عدم العطاء صارت اثنی عشر وللوعد اربعة کما کانت لانه يعطی فی الوقت او بعده او لا يعطی مخلفا او غير مخلف وواحد هو العطاء العاجل فهی سبعة عشر وبالتثليث احد وخمسون واذا کان فيها فالاقسام کسابقه سبعة عشر غير ان هذا سداسی فصارت مائة واثنين واذا کان بعدها خرج من عطايا السکوت والاباء الثلثة الاول فبقی کل مع عدم العطاء اربعة وفی الوعد اربعة کالرسم فهی اثنا عشر والعطاء العاجل هنا وجهان ان اعطاه بعد ما راٰه يتيمم ويصلی به او لم يطلع عليه ويحتاج الی هذا التقسيم لدفع توهم

ان لو يراه فسكت دل على المنع فلا ينفع العطاء بعده وقد ازحناه فى المسألة التاسعة فصارت اربعة عشر وبالتسديس اربعة وثمانين ففريق السؤال ما تأتان اربعة وتسعون **واذا لم يسأل** فيعطى من دون وعد او بعد او لا او لا وههنا نفس هذا العطاء على ستة وجوه العطاء الاجل ثم الاولان منها ثلاثيان وسائر سداسيات كثالث هذه الاقسام اعنى لا او لا فكانت ستة وثلثين والوعد على خمسة وجوه الاولين الثلاثيين وثلثة تليها سداسيات لان الوعد بلا سؤال فى وقت اخر لا تعلق له بهذه الصلاة فكانت اثنين وعشرين ثم فى كل وعد اربعة كالرسم فهو ستة وتسعون ومع ستة وثلثين المذبورات مائة واثنان وثلثون فصارت مع صور السؤال اربعمائة وستة وعشرين **اقول** واعلم ان الظاهر من كلماتهم نفعنا الله تعالى ببركاتهم قصر النظر على الاعطاء والاباء فيهما عبروا فى الزيادات وجامع الامام الكرخى وبدائع ملك العلماء وحلية المحقق وضابطة الامام صدر الشريعة كما سمعت نصوصهم والمحقق الحلبى فى الغنية تارة قال فى التصوير اما ان يعطى او يمنع وتارة قال اما ان يعطى اولا فاذا اتى على الحكم قال ان سأل فاعطى وان سأل فمنع ولم يذكر الواسطة كما ستسمع نصه ان شاء الله تعالى وكذلك المحقق البحر قال فى الشقوق اعطاه اولا وفى بيان الاحكام فى ما اذا رأى فى الصلاة اتى مرتين بالنفى والاثبات ومرتين بان اعطى وان ابى وفى خارج الصلاة مرة كالاول ومرة كالثانى واخوه فى النهر لخص كلامه فعبر فى موضعين عن قوله وان لم يعط بقوله وان ابى ولذا لم يعد له ضابطة بحيالها فظهر ان مرادهم ههنا بنفى الاعطاء هو الاباء فلا يرد على البحر ولا على الغنية انهما ذكرا فى التشقيق العطاء والوعد واقتصر البحر فى نصف الاحكام على العطاء والاباء والغنية لم تذكر غيرهما ولا ان قول البحر تبعا ان اعطاه توضأ والا فتيممه ماض وكذا قول النهر ان لم يعطه بقى تيممه صادق بما اذا لم يعط بل وعد ولم يعط بعد الوعد ايضا مثلا مع ان تيممه ينتقض باجماع اصحابنا رضى الله تعالى عنهم اذا علم هذا فمن سبر ظهر له وفور ما ترك البحر من الصور واستبان ان جعله عدم السؤال خلافية بين الهداية والمبسوط مطلقا لا يصح فى احد وخمسين من ستة وستين لان اقسام عدم السؤال قبل التثليث والتسديس سبعة وعشرون فى ستة منها ثلاثيين واربعة سداسيات عطاء الماء فهى ثلثون وفى اثنى عشر الوعد قبل الصلاة او فيها ثمانية منها ثلاثيات واربعة سداسيات فهى ثمانية واربعون فهذه الثمانية والسبعون لا يشك احد ان بطلان الصلاة فيها متفق عليه لا يجرى فيها خلاف الهداية والمبسوط لان العطاء والوعد السابق على تمام الصلاة كليهما مانع للتيمم وناقض له

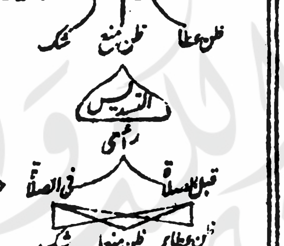
فوائد تبين العلماء

ومبطل للصلاة بلا خلاف سواء اعطى بعد الوعد فى الوقت او بعده او لم يعط مخلفا او غير مخلف و
مثلها فى الوعد بعد الصلاة صورتا العطاء فى الوقت لانه مبطل وان لم يكن وعد ولم يزده الوعد
الا قوة وكذلك صورتا عدم العطاء فيه اذا لم يظهر خلفه لان الوعد يورث ظن العطاء ولم يظهر خلافه
وقد فات درك الحقيقة فبنى الامر على ظنه فهذه اربعة كلهن سداسى فكانت اربعة وعشرين و
مع السابقات مائة واثنين لكن البحر خص الكلام بما اذا رأى خارج الصلاة فانتصفت ولم يبق من السبع
والعشرين الاخمس اربع فى الوعد بعد الصلاة اذا اعطى بعد الوقت او لم يعط مخلفا والعطاء بعد الوقت ايضا خلف
كما قدمت والخامس لا وعد ولا اعطى فهذه يجرى فيها الخلاف على فرض ابقائه فالمبسوط يقول بطلت لترك السؤال
والهداية صحت لان السؤال غير واجب ولم يوجد عطاء ولا وعد او زال ظن الوعد بالاخلاف والاجل ان كل هذه
الخمس سداسيا هو ثلثون وعلى تشطير البحر خمسة عشر هذا كله على استظهارى ان الوعد بعد الصلاة
اذا ظهر خلفه لم يؤثر فى صلاة مضت فان لم يسلم لم يبق للخلاف محل غير صورة واحدة من السبع والعشرين وهى
ما اذا لم يعد ولم يعط فيكون الغلط فى ثلثة وستين من ستة وستين وان اكملنا باخذ متروكاته كما فعلنا كان
الغلط فى مائة واثنين او مائة وستة وعشرين من مائة واثنين وثلثين وها انا لك اصورها كى يسهل عليك
تصورها وبالله التوفيق

لم يسأل اصلا وقد رأى فى الصلاة او قبلها وظن منحا او منعا او شك



	فى الوقت	بعد الوقت	مخلفا	غير مخلف
قبل التيمم	٣١ (٧) ٣٣	٣٤ (٨) ٣٦	٣٧ (٩) ٣٩	٤٠ (١٠) ٤٢
بعده قبل الصلاة	٤٣ (١١) ٤٥	٤٦ (١٢) ٤٨	٤٩ (١٣) ٥١	٥٢ (١٤) ٥٤
فى الصلاة	٥٥ (١٥) ٦٠	٩١ (١٦) ٩٦	٩٧ (١٧) ٧٢	٧٣ (١٨) ٧٨
بعدها قبل الاطلاع	٧٩ (١٩) ٨٤	٨٥ (٢٠) ٩٠	٩١ (٢١) ٩٦	٩٧ (٢٢) ١٠٢
بعد الاطلاع	١٠٣ (٢٣) ١٠٨	١٠٩ (٢٤) ١١٤	١١٥ (٢٥) ١٢٠	١٢١ (٢٦) ١٢٦



الثالث القانون الحلبی قال رحمه الله تعالٰی هذا علی وجوه اما ان یغلب علی ظنه الاعطاء او المنع او استویا وعلی کل تقدیر اما ان یسأل او یتیمم ویصلی من غیر سؤال واذا سأل فاما ان یعطی او یمنع واذا منع قبل الصلاة فاما ان یسأل بعدها اولا وعلی کلا التقدیرین یعطی اولا واذا تیمم وصلی فلما ان یسأل بعد الصلاة اولا وعلی کلا التقدیرین یعطی ولا فالاقسام سبعة وعشرون اما ان تیمم وصلی بلاسؤال ثم سأل فاعطی او اعطی بلاسؤال فانه یلزم الاعادة علی کل تقدیر اما فی ظن الاعطاء فظاهر واما فی غیره فلزوال الشك وظهور خطأ الظن وان سأله فمنع جازت صلاته سواء کان السؤال قبلها او بعدها لانه قد تحقق العجز من الابتداء ولا فائدة فی العطاء بعدها بعد المنع قبلها واما اذا تیمم وصلی من غیر سؤال ولم یسأل بعد لیتبین له الحال فعلی قول ابی حنیفة رضی الله تعالٰی عنه صلاته صحیحة فی الوجوه کلها وقالا لا یجزئه والوجه هو التفصیل فینبغی ان یجب الطلب ولا تصح الصلاة بدونه اذا ظن الاعطاء دون ما اذا ظن عدمه لکونه فی موضع عزة الماء اما اذا شك فی موضع عزة الماء او ظن المنع فی غیره فالاحتیاط فی قولهما والتوسعة فی قوله اھ وقد مر بحثه مستوعبا فی المسألة السادسة **اقول** [٣٣٥٢] اتی علی جمیع ما ذکر فی الشقوق غیر انه ترك حکم ما اذا سأل قبل الصلاة فاعطی لظهوره فانه ان کان قبل التیمم منعه وبعده نقضه او فی الصلاة ابطلها بل وسواء کان ذلك عطاء عاجلا او اجلا بعد وعد او سکوت او اباء کما قدمنا فالمراد بما قبل الصلاة قبل اتمامها ولو فیها او قبلها بعد التیمم او قبله وان [٣٣٥٣] ساله صورة ترك السؤال مطلقة عن قید عدم العطاء وجعلها خلافیة قد تدارکه قوله قبلها او اعطی بلاسؤال فعلم ان الکلام هنا فی ما لم یسأل ولم یعط وبالجملة هی احسن ضابطة رأیت لولا ان فیها **اولا** [٣٣٥٤] ترك صور الوعد والسکوت مع ان فیها ما لا یغنی عنه السکوت فلو انهم ذکروها لافادونا وخلصونا عن التردد فی احکامها ولم یحوجوا مثلی الی النظر فیها **وثانیا** [٣٣٥٥] بترکها اشتملت صورة عدم السؤال ما اذا وعد ولم یعط ولیست خلافیة اذا وقع الوعد قبل تمام الصلاة بل یمنع وینقض ویبطل اتفاقا سواء ظهر خلفه اولا فهی ستة اربعة منها ثلاثیات واثنان سداسیان لان کلامه لا یختص بخارج الصلاة ککلام البحر فهی اربعة وعشرون وکذلك اذا وعد بعدها ولم یظهر خلفه وهما اثنان کلاهما سداسی فسری الغلط الی ستة وثلثین قسما وان لم یسلم استظهاری وجعل الوعد ولو کان بعد مبطلا مطلقا فاذا اثنان اعنی اثنی عشر اخر وشمل الغلط ثمانیة واربعین **وثالثا** [٣٣٥٦] قوله وان سأل فمنع یشمل

كما صرح به السؤال قبل الصلاة وبعدها فيشمل المنع قبلها وبعدها فتخصيص المنع بما قبلها فی قوله ولا فائدة الخ
لا فائدة فيه بل قد يوهم ان ليس الحكم كذا ان منع بعدها ثم اعطى وليس كذلك كما قدمنا فی شرح القانون الصدری
والمسألة العاشرة فالوجه اسقاط لفظة قبلها ورابعا [٣٣٥٧] لم تكن حاجة الى التشقيق بالظنين والتشكيك
من اول الامر لانه انما تمس اليه الحاجة فيما اذا لم يسأل ولم يعط ولم يعد وهی الخلافية على فرض الخلاف وخامسا [٣٣٥٨] كلام
فی هذا الفرع الذی جعله خلافية على انه ان ظن العطاء فالمختار مذهب الصاحبين ای سواء كان الموضع موضع عزة الماء
او موضع بذله بدليل اطلاقه هنا والتفصيل فی المنع والشك وان ظن المنع فان كان الموضع موضع العزة فالمختار مذهب
الامام وان كان موضع البذل او شك فی موضع العزة فقولهما احوط وقوله اوسع ولا ادری لم ترك الشك فی موضع
البذل فان قيل الاصل فی الماء الاباحة فلا يعتری الشك الا فی محل العزة اقول [٣٣٥٩] فكيف ظن المنع فی محل
البذل فان جاز ذلك لامور خارجة فالشك اولى وسادسا [٣٣٦٠] كان الاحوط قولهما عند ظن المنع فی محل البذل لا فی
محل العزة فقد حققنا فی المسألة السادسة ان ذكر المحل مشعر للمظنة والمناط حقيقة ظنه ولربما يظن العطاء فی
محل المنع والمنع فی محل العطاء ظنا صحيحا صادقا ناشئا عن دليل معتمد فان ادير الامر على ظنه كما هو
التحقيق سقط الفرق بحال المحل وكان الاحوط قولهما اذا شك فی محل ما مطلقا لا اذا ظن المنع ولو
فی محل البذل وان حكم بالمظنة مع قطع النظر عن ظنه فلم جعلتم المختار قولهما فی ظن العطاء ولو كان
فی محل العزة وسابعا [٣٣٦١] ان اريد بالاحوط ما فيه الخروج عن العهدة بيقين كان قولهما احوط مطلقا
وان اريد به الاقوى دليلا فكيف يكون احوط عند الشك فقد حققنا اخر المسألة السادسة ان
الشك ملحق بظن المنع الى هنا تمت قوانين العلماء مع ما لها وعليها والأن ان نذكر ما فاض من فيض القدير
على العاجز الفقير فاقول [٣٣٦٢] وبالله التوفيق الرابع القانون الرضوی العطاء بعد
الوقت لا يؤثر فيما مضى الا اذا علم لم يسأل فيه اصلا وفيه مؤثر مطلقا الا اذا كان بعد الصلاة عقيب
اباء سابق اولاحق ولو حكميا والوعد كهذا الا اذا كان بعد الصلاة وظهر خلفه والمنع لا يمنع شيئا
لا يرفع والسكوت منع الا اذا لحقه العطاء فی الوقت قبل ان يراه يتيمم ويصلی وان لم يعط ولم يعد
ولم يسأل فان ظن العطاء بطلت والا تمت وبه تمت الضابطة لجميع الصور الاربعمائة والستة
والعشرين ضابطة بيانه [٣٣٦٣] انی رددت الاقسام طرا الى عشرة لانه اما ان يعطی او يعد او يسكت
او يمنع او لاشیء ولا يكون الثالث الا بعد السؤال ولا الخامس الا بدونه والاولان شاملان لهما

فيصلح ان للتثنية بكون كل بعد السؤال او بلا سؤال **فالعطاء** قسم واحد وهو غير الاجل الذى يتأخر عن السؤال بزمان فلا بد ان ينعقد معه عدا وصمت او منع وهذا مقابل لها فى التقسيم فلا جرم ان يكون عاجلا اى على فور السؤال او لا عاجلا ولا اجلا بل بدون سؤال **والوعد** والمراد به الرجائى حال بقاء الماء كما هو المتبادر من اطلاقه ثلثة اقسام لانه اما قبل تمام الصلاة او بعده وفى هذا ظهر خلفه اولا **والسكوت** قسمان لانه يعطى بعده فى الوقت قبل الاطلاع على تيممه وصلاته اولا **والمنع** قسمان يعطى قبل تمام الصلاة اولا **والخامس** قسمان كان يظن العطاء اولا فهو عشرة وكل ممتاز عن صاحبه بحكم فما فرقت الا لافتراق الحكم **بيان احاطتها الاقسام** (۱) العطاء غير اجل مواقعه ستة قبل التيمم او بعده قبل الصلاة او فيها او بعدها فى الوقت قبل الاطلاع المذكور او بعده او بعد الوقت لا اولان ثلاثيان بالظنين والشك والبواقى سداسيات باضافة الرؤية فى الصلاة او قبلها فكانت ثلثين وبتثنية كونه بعد سؤال او بدونه كان ينبغى ان تكون ستين غير ان الستة الاخيرة اعنى التى بعد الوقت لا تثنى لان السؤال لصلاة الوقت لا يكون بعد الوقت فيبقى اربعة وخمسين اربعة وعشرون منها بالسؤال وثلثون بلا سؤال **حكمه** التأثير اى ان وقع قبل التيمم منعه او بعده نقضه او فى الصلاة قطعها او بعدها ابطلها غير ان لا ابطال فيما اذا سأل فى الصلاة فمضى الى السؤال فبقى للعطاء نقض التيمم (۲) وعد قبل تمام الصلاة مواقعه الثلثة الاول ثلاثيان ثم سداسى ويحتمل الكل اربعة وجوه لا غير على ما قدمنا تحت قانون البحر يعطى فى الوقت او بعده او لا يعطى فيظهر خلفه اولا فهى اربعة وعشرون فى الاولين ومثلها فى الثالث فكانت ثمانية واربعين فى اربعها اعنى اثنى عشر العطاء بعد الوقت وهى لا تثنى كما علمت وستة وثلثون البواقى تثنى فالمجموع اربعة وثمانون **حكمه** الأثار الثلثة بالوجه المذكور (۳) وعد بعد الصلاة فظهر خلفه له وجهان ان لا يعطى اصلا من دون عذر او يعطى بعد الوقت لما قدمنا ان الوعد فى حاجة موقتة يتعلق بالوقت خاصة وعلى كل يكون بعد الاطلاع او بدونه والكل سداسى فهى اربعة وعشرون نصفها الاول اعنى كلا اعطاء فيها تثنى فتصير اربعة وعشرين ونصفها الاخر اعنى العطاء بعد الوقت لا يثنى لما مر فيكون الكل ستة وثلثين اثنا عشر منها لسؤال **حكمه** تمت (۴) لم يظهر خلفه له ايضا وجهان يعطى فى الوقت او لا يعطى لنحو وجوه قدمنا فى المسألة الثامنة كأن كان قال له تعال فى الوقت الفلانى اعطك فلم يذهب

هذا والاقسام ههنا ثمانية واربعون لان التقسيم كسابقه وههنا الفريقان مثنيان حكمه يعيد الصلاة

(٥) سكت واعطى في الوقت قبل الاطلاع حيث ان السكوت يتقدمه السؤال فللسؤال اربعة مواقع قبل التيمم او الصلاة او فيها او بعدها والعطاء على الاول رباعى كذلك وعلى الثانى ثلاثى باسقاط الاول وعلى الثالث كذلك لانه قطع الصلاة بالسؤال ولم ينتقض تيممه فالعطاء اما ان يكون قبل المستانفة او فيها او بعدها وعلى الرابع ماله الا وجه واحد لانه لا يعيد الصلاة بالسكوت والاولان ثلاثيان فسبعتهما احد وعشرون والاخيران سدا سيان فاربعتهما اربعة وعشرون والكل خمسة واربعون حكمه الآثار الثلثة (٦) سكت ولم يعط في الوقت قبل الاطلاع فاما في الوقت بعد الاطلاع او بعده او لا اصلا وفي كلها السؤال على مواقعه الاربعة فكل من الاولين الثلاثيين بثلثة وجوه العطاء وعلى تسعة وكل من الاخيرين السداسيين ثمانية عشر فهى اربعة وخمسون حكمه تمت (٧) منع فاعطى قبل تمام الصلاة لسؤاله ثلثة مواقع غير الاخير وكذا للعطاء على الاول وعلى الباقيين اثنان لانه بقطع الصلاة يستأنفها فهى سبعة وكل في الاولين ثلاثى فخمستهما بخمسة عشر وقسما الثالث سداسيان باثنى عشر فهى سبعة وعشرون حكمه الآثار الثلثة لاجل العطاء لا للمنع (٨) منع ولم يعط قبله فاما بعدها في الوقت قبل الاطلاع او بعده او بعد الوقت او لا ولسؤاله المواقع الاربعة ثلاثيان فيضرب اربعة اربعة وعشرون وسداسيان ثمانية واربعون كلها اثنان وسبعون حكمه تمت (٩) لم يكن شئ وظن العطاء هو على وجهين بالرؤية في الصلاة او قبلها حكمه يعيد (١٠) لم يكن شئ ولا ظن عطاء هى اربعة بالوجهين مع ظن المنع او الشك حكمه تمت وبه تمت احاطة الاقسام مع بيان الاحكام والحمد لله الدائم لولى الانعام ذى الجلال والاكرام وافضل الصلاة والسلام على السيد المنعام واله الكرام وصحبه العظام وامته الى يوم القيام امين تنبيه اتبعناهم فى ترك اقسام الوعد بالظهاء النفاد والوعد الابائى والمنع بعد العطاء مع ذكرهم العطاء بعد المنع فان قيل لا اثر لهذه لما مر ان الوعد بعد النفاد لا يعتبر والوعد الابائى لا اثر له فى الوقت الحاضر بل فى الوقت الموعود به والمنع بعد العطاء ان اثر فابطلة تيمم منعه العطاء لا غير كما قدمت فى المسألة العاشرة اقول اليس هذا اثرا والوعد كيفما كان ان لحقه العطاء قبل تمام الصلاة تحصل الآثار الثلثة وان كان حصولها بالعطاء كما بالعطاء قبله

الاقسام	[illegible]	[illegible]	[illegible]
عطا	٥٤	٢٤	٣٠
وعد	١٢٨	٧٢	٩٦
سكوت	٩٩	٩٩	٠
منع	٩٩	٩٩	٠
شك	٦	٠	٦
الكل	٤٣٦	٢٩٤	١٣٢

اضافة في الضابطة

بعد المنع وان لم يلحقه جاز تيممه ولو في وقت الصلاة وقد ذكروا المنع ولا اثر له الا هذا وذكر المنع لا يغني عنه فانه من الوعد فيشتبه الامر فيه ثم قد ذكروا العطاء بعد الاباء وخصوه بالعطاء بعد الصلاة وهو لا اثر له اصلا وانما ذكروه لبيان خلوه عن الاثر فان ازدنا ايرادها زدنا في الضابطة ان الوعد باظهار النفاد والوعد الابائي كلاهما لا اثر له الا اذا الحقه العطاء قبل تمام الصلاة ولا يسمع منع بعد عطاء الا اذا بقي الماء ولم يخرج عن ملك المعطي فيبيح التيمم ان منعه بعد العطاء واذن تصير اقسام الوعد سبعة لانه باظهار نفاد الماء او بدونه على الاول يعطي قبل ختم الصلاة نصا ولا بسهو مثلا اولا وعلى الثاني اما ان يعد اباءيا يعطي بعده قبل تمام الصلاة ان تاجيل وعده لا يمنع عن تعجيله اولا واما رجائيا وقد قبل تمامها او بعده وفي هذا ظهر خلفه اولا والمنع ثلثة باضافته ما اذا كان بعد العطاء مع بقاء الماء وملكه اما خلافه وهو المنع بعد ما نفد او خرج عن ملك المانع فلا يحتاج الى ادخاله في الاقسام لانه لا يرجى الا من جنون فتصير جميع الاقسام خمسة عشر

اما انواع هذه الخمسة المزيدة **فاقول** (١١) وعد باظهار النفاد واعطى قبل تمام الصلاة صورة ثمان واربعون **حكمه** التاثير (١٢) وعد كذلك ولم يعط قبل تمامها صورة ١٣ **حكمه** تمت ويظهر لك هذا بتاليه لان هذا الوعد لا يخالف الابائي احكاما ولا اقساما اجمالا ولا تفصيلا (١٣) وعد ابائيا واعطى قبل تمام الصلاة مواقعه ثلثة قبل التيمم او الصلاة او فيها فعلى الاول الثلاثي للعطاء المواقع الثلثة وعلى الثاني الثلاثي اثنان فخمسة في ثلثة خمسة عشر وبالتثنية ثلثون اما الثالث ففيه وجهان لان الوعد في الصلاة ان كان بسؤاله فقد لزمه استيناف الصلاة والا مضت لان هذا الوعد لا ينقض التيمم فعلى الثاني ما للعطاء الا وجه واحد ان يعطي قبل تمام هذه الصلاة وعلى الاول يحتمل ان يعطي قبل شروع الصلاة المستانفة او فيها فصار الثالث وهو سداسي على ثلثة وجوه بثمانية عشر ومع الثلثين ثمانية واربعون **حكمه** التاثير لا للوعد فانه منع بالنظر الى الوقت بل للعطاء (١٤) وعد ابائيا ولم يعط قبل تمامها له المواقع الخمسة بزيادة ما بعد الصلاة مطلقا او غير مطلع فان كان قبل التيمم والصلاة احتمل اربعة ان يعطي بعد الصلاة في الوقت مع الاطلاع او بدونه او بعد الوقت اولا وان كان بعد الصلاة قبل الاطلاع خرج الاول وبعده خرج الثاني لان العطاء لا يخالف الوعد في هذين فان المراد الاطلاع حين تيمم وصلى ليتوهم او يثبت ان السكوت اذ ذاك دليل المنع فاذن كل من الاولين الثلاثيين اثنا عشر وكل من الاخرين السداسيين ثمانية عشر فهي ستون وبالتثنية مائة وعشرون بقي الثالث الوسطاني ان يكون الوعد في الصلاة

فالان يكره عن سؤاله احتمل ان يعطى بعد ها في الوقت اوبعده اولا وان كان بسؤاله فلاجل الاستثناء احتمل ان يعطى في الوقت بعد

السؤال فتعم الاطلاع اوبغيره اوبعد الوقت اولا فهذه سبعة سداسية ثمانية اثنين واربعين والكل مائة واثنان وستون حاكمه

تمت ينتقض تيممه لان ان اعطى (١٥) اعطى ثم منع وملكه الماء باق وهذا العطاء يحتمل ان يكون بلا سؤال وبعده عاجلا وبعد

اوصمت اومنع وعلى كل يكون قبل التيمم او الصلاة اوفيها اوبعدها بالاطلاع اوبدونه اوبعد الوقت وبالجملة

جميع صور العطاء الاتية في سائر الاقسام الماضية ومنها مؤثرات بلحد الاثار الثلثة وهي كل القسم الاول

اربعة وخمسون وثلثة اسباع الثاني ستة وثلثون لان العطاء قبل التيمم او الصلاة اوفيها وكل في الوقت

بعد السؤال اوبدونه اوبعد الوقت فهي ثلثة في كل والاولان ثلاثيان والثالث سداسي في نصف الرابع

اربعة وعشرون وكل الخامس خمسة واربعون والسابع سبعة وعشرون والثاني عشر ثمانية واربعون

مجموعها مائتان واربعة وثلثون ومنها ما لا يؤثر لكونه بعد الوقت هو ثلث الثالث اثنا عشر وثلث السادس ثمانية

عشر لان فيه وجهين للعطاء ووجها للعدم ونصف العطاء بعد الوقت فكان ثلث الكل وربع الثامن ثمانية عشر

لان فيه وجها لعدم العطاء وثلثة وجوه للعطاء منها وجهان لما في الوقت فكان لعدم الوقت ربع الكل ومن

الثالث عشر ثمانية واربعون مجموعها ستة وتسعون ومع المؤثرات ثلثمائة وثلثون فلتعرف ان هذه لا يفرق

فيها المنع والعطاء في الموقع اما في الفريق الثاني فظاهر لان العطاء بعد الوقت فلا يكون المنع الا بعده ولما

في فريق المؤثرات فلان الفرض منعه قبل الاستعمال فان اعطى قبل التيمم لا يكون له ان يتيمم حتى يقع المنع

بعد التيمم وان اعطاه قبل الصلاة لا يكون له ان يصلي حتى يقع في الصلاة وقس عليه ومنها ما في الوقت

ولا يؤثر وهي ثلث السادس ثمانية عشر ونصف الثامن ستة وثلثون ومن الثالث عشر ثمانية واربعون

مجموعها مائة واثنان ففي هذه يمكن الافتراق لانه اذا اعطى في الوقت ولم يؤثر فله ان لا يستعمل الماء الان

ويدخره للوقت الاتي فيصح المنع قبل استعماله بعد الوقت فهذه تنقسم الى قسمين المنع في الوقت

وبعده فتصير مائتين واربعة ومع المخزونات خمسمائة واربعة وثلثين هذه وجوه هذا القسم الخامس

عشر حكمه لبطلان التيمم الان ان كان العطاء منعه لا اثر له على ما مضى من تيمم او صلاة بل ان كان فللعطاء

السابق مجموع هذه الاقسام الخمسة تسعمائة واربعة وخمسون ومع السابقات **الف وثلثمائة**

وثمانون [2368] والله تعالى اعلم **اقول** وههنا وجوه اخر فان الاحوال اربعة عطاء ووعد وسكوت

منع وقد ذكرنا العطاء بعد المنع وذكرنا في وجوه قوانينهم العطاء بعد الوعد وبعد السكوت

قاعدہ ۱۵

وزدنا المنع بعد العطاء فمن وزن انما الوعد ثم الاباء والاباء ثم الوعد والسكوت ثم الاباء او الوعد فهذه اربعة تركيبات اُخر ثنائيات اما ما فوق الثنائی فلا امکان لاحصائه جل من احصی کل شیئ عددا والاسترسال فی بیان تقاسیم هذه الاربعة ایضا مخرج عن القصد لمن عرف تصرفنا فی ابانة الاقسام لم یعسر علیه فلنقتصر علی بیان الاحکام الکلیة بانین علی استظهار اتنا السالف فنغیر قاطع القول فیما یتعلق بابحاثنا **فاقول** اذا وعد ثم ابی فان کان الوعد قبل التیمم اذن لا یکون الاباء ایضا الا قبله لان الوعد حاجز عن التیمم فهذا الاباء سیبیح التیمم وان کان الوعد بعد التیمم نقضه فلا یعید الاباء بل یجیز تجدیده وکذا ان کان فی الصلاة قطعها فلا یصلها الاباء بعده وان کان بعدها تمت الصلاة وزال ما کان یخشی علیه من جانب الوعد ان لم یظهر خلفه وان ابی ثم وعد فان وقع الوعد قبل تمام الصلاة نسخ الاباء ومنع ونقض وقطع ان وقع بعدها لم یؤثر لان العطاء بعد الصلاة لا یضر اذا کان بعد المنع فکیف بالوعد وان سکت ثم ابی فالسکوت کان نفسه دلیل الاباء والان قد اتی الصریح وان سکت ثم وعد فان کان السکوت محتمل ان یکون للاباء کما وصفنا فی ابحاثه فهذا الوعد جعل ذلك المحتمل متعینا فیعمل عمله من الاثار الثلثة والا لافصح التیمم وتمت الصلاة والله سبحنه وتعالی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم وصلی الله تعالی علی سیدنا ومولٰنا محمد واٰله وصحبه وابنه وحزبه وبارك وسلم الی ابد الابدین فی کل ان وحین والحمد لله رب العٰلمین

رسالہ الطلبۃ البدیعۃ فی قول صدر الشریعۃ

نمبر ۵۱ میں تھا کہ نہانا ہو اور پانی صرف وضو کے قابل ہے تو فقط تیمم کرے۔ یہاں شرح وقایہ امام صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت نے اس مسئلہ کو معرکۃ الآرا کردیا اُسکے حواشی کے علاوہ اور کتب مثل شرح نقایہ قہستانی و درر علامہ مولٰی خسرو و درمختار وغیرہا میں اُسکی طرف توجہ مبذول ہوئی اس بحث کو بھی وہاں سے جدا کیا کہ یہ رسالہ ہوا وباللہ التوفیق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وھو المستعان ۔ الذی شرح صدر الشریعۃ والایمان ۔ بارسال سید الانس والجان ۔ وقایۃ للمؤمنین من النیران ۔ وطھرنا بہ عن خبث الکفر ووحل الضلال ۔ ونھانا عن اضاعۃ الماء والمال ۔ علیہ وعلی اٰلہ الطیبین ۔ واصحابہ المطیبین المطیّبین ۔ وتابعیھم باحسان الی یوم الدین ۔ صلاۃ